نمرہ احمد

مصحف

محمل ابراہیم، آغا ابراہیم اور مسرت بیگم کی خوب صورت اور طرح دار بیٹی ہے۔ بچپن میں ہی آغا ابراہیم کے انتقال کے بعد تایا آغا کریم اور چچاؤں کے رحم وکرم پر ہے۔ مسرت سیدھی سادھی خاتون تھیں۔ اس لیے اپنی سسرال کو گھر اور کاروبار پر قبضہ کرنے سے روک نہیں پائیں۔ جس کا قلق محمل کو ہے۔ گھر والوں خصوصاً" تائی مہتاب کا رویہ ماں بیٹی کے ساتھ بے حد ناروا ہے۔ اپنے تعلیمی اخراجات وضروریات کے لیے محمل ٹیوشن سینٹر میں پڑھاتی ہے۔

آغا ابراہیم کے اس محل نما گھر میں آغا کریم اور مہتاب تائی فواد، حسان، وسیم، سدرہ اور مہرین کے ساتھ مقیم ہیں۔ آغا ابراہیم کے جڑواں بھائی آغا غفران اور فضہ چچی کے تین بچے حسن، ندا اور سامیہ ہیں۔ سب سے چھوٹے آغا اسد اور ناعمہ بالائی منزل پر رہائش پذیر ہیں۔ جن کے تین بچے آرزو، معیز اور معاذ ہیں جبکہ رضیہ پھپھو کی ایک صاحبزادی فائقہ بھی ہیں۔ خاندان بھر میں تائی مہتاب اور آغا کریم کے فرزند فواد کو خاص مقام حاصل ہے۔ آرزو، فائقہ اور ندا اس کے لیے خاص جذبات رکھتی ہیں۔ محمل کو تائی مہتاب کے خاندان کی اس دکھتی رگ کا بخوبی اندازہ ہے۔ وہ فواد کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اسے نظرانداز کرتی ہے تو وہ اس پر چونک جاتا ہے۔ آرزو، سدرہ اور فائقہ کو اس کی خوب صورتی اور ذہانت سے حسد ہے۔

کالج جاتے ہوئے ہر روز اسے ایک پراسرار سیاہ فام لڑکی ملتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ جلد کی کتاب محمل کی توجہ کھینچتی ہے۔ وہ لڑکی محمل کو بتاتی ہے کہ اس کتاب میں ماضی، حال، مستقبل کا احوال ہے۔ اور اس میں حالات اپنے گرفت میں کرنے کا نسخہ ہے۔ محمل اسے سمجھ نہیں پاتی ہے۔ وہ لڑکی محمل سے کہتی ہے کہ ایک دن اسے اس کتاب کی ضرورت ضرور پڑے گی۔

محمل، آغا کریم کو بتاتی ہے کہ بہترین تعلیمی ریکارڈ پر اسے جلد ہی برٹش کونسل کی جانب سے لندن کی اسکالر شپ مل

Scan & PDF FAIZ AHMED Friends Korner.com

جائے گی۔ وہ راستہ صاف ہو جانے کی اس نوید پر سکون کا سانس لیتے ہیں۔ ایرونائیکل انجینئر فرقان کا رشتہ سدرہ کے بجائے محمل کے لیے دے دیا جاتا ہے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ تائی مہتاب فوراً انکار کر دیتی ہیں۔ جس پر محمل اور مسرت کو بہت رنج ہوتا ہے۔ فواد اس سے ہمدردی جتاتا ہے اور اسے فیکٹری میں آنرشپ دینے اور جاب کرنے کے لیے آغا جان سے بات کرتا ہے جس پر وہ انکار کر دیتے ہیں۔ حالات سے تنگ آکر محمل اس پر سرار لڑکی سے سیاہ جلد والی کتاب لے آتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے قبل ہی تائی مہتاب سب کے ساتھ اسے رنگے ہاتھوں پکڑتی ہیں۔ لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے۔ محمل سمیت سب رنگ رہ جاتے ہیں۔ تائی مہتاب اپنی بے عزتی پر بے حد تلملائی ہیں۔ محمل غصہ میں آکر سیاہ فام لڑکی کو قرآن شریف واپس کر آتی ہے اور اسے سخت سست بھی سناتی ہے۔ اس ردِ عمل پر وہ لڑکی بجھ سی جاتی ہے۔

آغا فواد سب سے چھپ کر محمل کو فیکٹری لے جانے لگتا ہے اور اسے منع کرتا ہے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ وہ اسے بیش قیمت ملبوسات بھی دلواتا ہے تاکہ سدرہ کی منگنی پر وہ اپنی حیثیت کے مطابق نظر آئے۔ محمل اپنی سادگی میں اسے فواد کی محبت سمجھتی ہے۔ حسن، محمل کو فواد کے سائے سے بھی دور رہنے کی تنبیہہ کرتا ہے تو محمل کو برا محسوس ہوتا ہے۔ میریٹ میں ڈنر کا جھانسہ دے کر فواد، محمل کو اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کرتا ہے۔ راستے میں کسی ڈیل کے نہ ہونے پر نقصان کا ڈرامار چا کر محمل کو کلائنٹ کے پاس بھیجتا ہے۔ وہاں جا کر محمل کو آغا فواد کے اصل چہرے کا ادراک ہوتا ہے۔ فواد نے اے ایس پی کے سامنے محمل کو بطور چارہ استعمال کیا تھا اس صورتِ حال پر محمل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ وہ اسے بتاتی ہے کہ آغا فواد اس کا بھائی ہے۔

انسپکٹر ہمایوں، محمل کی آغا فواد سے بات کرواتا ہے تو وہ اسے رات اسی کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے۔ محمل اس دھوکہ دہی پر ششدر رہ جاتی ہے۔ اس صدمے سے وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کر لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ وہاں بذریعہ چھت بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کو بھی کے برابر میں مدرسہ ہے۔ جہاں اس کی ملاقات فرشتے نامی لڑکی سے ہوتی ہے جو وہاں دین کی تعلیم دیتی ہے۔ فرشتے جان لیتی ہے کہ محمل اس وقت مشکل میں ہے۔ انسپکٹر ہمایوں اس کا کزن ہے۔ ہمایوں کے وہاں پہنچنے پر محمل کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے گھر انسپکٹر ہمایوں کے ساتھ جائے۔ کچھ سوچ کر محمل، فرشتے کی بات مان لیتی ہے۔ گھر پہنچنے پر اس کے ساتھ روایتی سلوک ہوتا اور آغا کریم اور تمام چچا اسے گھر سے نکال دینے کے درپے ہوتے ہیں کہ انسپکٹر ہمایوں کی آمد سب کو چونکا دیتی ہے۔ محمل سب کو بتاتی ہے کہ کس طرح آغا فواد نے دھوکے سے اسے ڈیل کا حصہ بنایا۔ سوائے حسن اور مسرت (ماں) کے سب اسے جھٹلاتے ہیں۔ وہ آغا فواد کی سرگرمیوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ کروا دیتی ہے۔ تائی جان اسے مارنے کو لپکتی ہیں تو سب انہیں روک دیتے ہیں۔ آغا فواد گرفتار ہو جاتا ہے۔ مصلحتاً" محمل کو گھر میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مسرت سے محمل کی بات چیت بند ہے۔ وہ اس معاملے میں محمل کو بھی قصوروار سمجھتی ہیں۔ محمل فرشتے سے ملنے دوبارہ مدرسے جاتی ہے تو وہ اسے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ وہ اس بات کو خاص اہمیت نہیں دیتی، لیکن مصروفیت کے لیے اس کا مشورہ مان لیتی ہے۔ دینی تعلیم اسے ذہنی و روحانی سکون بخشتی ہے۔ اس دوران انسپکٹر ہمایوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے رابطے کے لیے اپنا سیل نمبر دیتا ہے۔ وہ آغا فواد کے خلاف محمل کو وعدہ معاف گواہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ بات جب گھر والوں کے علم میں آتی ہے تو وہ محمل کو بری طرح زدوکوب کرتے ہیں۔ وہ رو، رو کر ان سب کو بددعا دیتی ہے۔ حسن گھر والوں کے اس سلوک پر ششدر رہ جاتا ہے۔ مسرت، محمل کو آغا فواد کے خلاف وعدہ معاف گواہ بننے کا کہتی ہیں۔ محمل، انسپکٹر ہمایوں کو تمام صورتِ حال بتاتی ہے تو وہ اسے مصلحتاً" جھوٹ بولنے کا مشورہ دیتا ہے۔ تایا کریم اسے جائیداد میں حصہ دینے کا جھانسہ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ وہ انسپکٹر ہمایوں داؤد کے خلاف کورٹ میں بیان دے تو اسے اس کا حصہ مل جائے گا، وہ ان کا ساتھ دینے کی حامی بھر لیتی ہے۔

۳

تیسری قسط

(اب آگے پڑھیے)

صبح آٹھ بجے وہ مسجد کے گیٹ پر تھی۔ اندر داخل ہونے سے قبل اس نے رک کر بیلوں سے ڈھکے بنگلے کو دیکھا جس کا سنگی بینچ آج بھی ویران پڑا تھا۔

"بابا تمہارا صاحب ہے؟" کچھ سوچ کر اس نے باوردی گارڈ کو مخاطب کیا۔

"وہ تو شہر سے باہر گیا ہے۔"

"کب آئے گا؟"

"معلوم نہیں۔"

"اچھا۔" اس نے ذرا سی ایڑی اونچی کر کے گیٹ کے پار دیکھا۔ ہمایوں کی گاڑی کھڑی تھی۔

"وہ... وہ بی بی! وہ جہاز پہ گیا ہے۔" گارڈ قدرے گڑبڑایا۔

"بھاڑ میں گیا تمہارا صاحب میری طرف سے۔ اس سفید سر پہ جھوٹ تو نہ بولو، نہیں ملنا چاہتا تو سیدھا منع کر دو۔ جھوٹ بولنا منافقت کی نشانی ہوتی ہے، ایمان کی نہیں۔ خدا کا خوف کرو۔" وہ آخری فقرے قدرے نصیحت آمیز انداز میں کہتی اسکول کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ پتا نہیں ہمایوں نے اس کے لیے یہ کیوں کہہ رکھا تھا۔

(اور پتا نہیں میں نے صحیح کیا یا غلط۔ مگر وہ ایسے میری جائیداد کبھی نہیں دیں گے، پھر اور کیا کرتی؟)

بے زار سا تاثر چہرے پہ سجائے، بیگ اٹھائے وہ سست روی سے برآمدے کی طرف چل رہی تھی۔

(اور یہ جھوٹ تو نہیں، اس نے مجھے حبس بے جا میں رکھا تھا۔)

اس نے چپل ریک پہ اتاری اور خود کو گھسیٹتی ہوئی نیچے سیڑھیاں اترنے لگی۔

(مگر اغوا تو نہیں کیا تھا، میں ادھر اپنی مرضی سے ہی گئی تھی تو اس پہ یوں اغوا کا الزام لگا دینا جھوٹ نہیں ہوگا؟)

وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ زینے اتر رہی تھی۔

(نہیں، جھوٹ کہاں، اس نے ڈیل تو کی تھی، اغوا اور خریدنا ایک ہی بات ہے۔ اگر ذرا سا لفظوں کا ہیر پھیر کر دوں تو کیا ہے؟)

اس نے کرسی پہ بیٹھ کر کتابیں سائیڈ بورڈ پہ رکھیں، اور ساتھ بیٹھی لڑکی کے سیپارے پہ جھانکا، اور پھر مطلوبہ صفحہ کھولنے لگی۔ تفسیر شروع ہو چکی تھی۔ وہ آج بھی لیٹ تھی۔

(فواد کے خلاف گواہی نہ بھی دوں تو بھی وہ سزا پائے گا، اور وہ اتنا بڑا اے ایس پی، کوئی میرے بیان سے اسے سزا تھوڑی ملے گی؟ بس لفظوں کو تھوڑا سا انٹر چینج کر دیا جائے، تو کیا ہے، میری نیت تو صاف ہے)

مطلوبہ صفحہ کھول کر اس نے پین کی کیپ اتاری، اور آج کی تاریخ لکھنے لگی۔

"اور تم جھوٹ کو سچ کے ساتھ نہ ملاؤ، اور نہ تم سچ کو چھپاؤ حالانکہ تم خوب جانتے ہو۔"

میڈم مصباح کی آواز پہ جیسے کرنٹ کھا کر اس نے سر اٹھایا۔ وہ اپنی ٹیچر چیئر پہ بیٹھی کتاب سے پڑھ رہی تھیں۔ اس نے بے اختیار اپنے سیپارہ کو دیکھا۔ اس صفحے پہ سب سے اوپر یہی لکھا تھا۔

"تم میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔ اور تم جھوٹ کو سچ سے نہ ملاؤ، اور نہ تم حق کو چھپاؤ حالانکہ تم جانتے بھی ہو۔"

وہ سن سی، بے حد سراسیمہ سی، پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان الفاظ کو دیکھ رہی تھی۔ میڈم آگے پڑھ رہی تھیں مگر اسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔ ساری آوازیں جیسے بند ہو کر رہ گئی تھیں۔ وہ بنا پلک جھپکے ان ہی الفاظ کو دیکھے جا رہی تھی۔

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا پھر تم عقل سے کام نہیں لیتے؟"

اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ ذرا دیر پہلے گارڈ کو کی گئی نصیحت اس کے کانوں میں گونجی۔ اسے لگا وہ کتاب اسے اس سے زیادہ جانتی ہے۔

(پھر... پھر... میں کیا کروں؟) اس کا دل کانپنے لگا تھا۔ بے اختیار اس نے رسّی تھامنا چاہی۔ کلام کی رسّی۔ وہ نہ جانتی تھی کہ دوسرے سرے پہ کون ہے، مگر اسے یقین تھا کہ دوسرے سرے پہ کوئی ضرور موجود

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com

ہے۔
"صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ بے شک وہ (نماز) سب پہ بہت بھاری ہے' سوائے ان کے جو ڈرنے والے ہیں۔"
اس نے وحشت زدہ سی ہو کر سر اٹھایا۔ پنک اسکارف والے بہت سے سر اپنی کتابوں پہ جھکے تھے۔ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔
اس نے پھر سے ان الفاظ کو پڑھا۔ وہ کوئی مضمون نویسی نہ تھی' وہ گفتگو تھی۔ بات "او مائی گاڈ" اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔
It's talking to me
ساتھ بیٹھی لڑکی نے سر اٹھایا۔
"تو یہ ٹاک ہی تو ہے۔ کلام۔ اس کو ہم کلام پاک اسی لیے تو کہتے ہیں۔" وہ سادگی سے کہہ کر اپنے سیپارے پہ جھک گئی۔
محمل نے سیپارہ بند کر دیا' اور کچھ بھی اٹھائے بنا' تیزی سے بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتی گئی۔
فرشتے اپنے آفس میں آئی تو وہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔
"محمل تم؟"
"میں ... میں آئندہ نہیں آؤں گی' میں مدرسہ چھوڑ رہی ہوں۔" وہ جو کرسی پہ بیٹھی تھی' بے چینی سے کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف اور گھبراہٹ تھی۔ فرشتے نے آرام سے فائل میز پہ رکھی اور کرسی کی دوسری جانب جگہ سنبھالی' کھڑکی کے بلائنڈز بند تھے' کمرے میں چھاؤں سی تھی۔
"آپ میری بات سن رہی ہیں؟"
"بیٹھو۔" وہ میز کی دراز کھول کر جھکی کچھ تلاش کرنے لگی تھی۔ محمل بمشکل ضبط کرتی کرسی پہ ٹکی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ادھر سے بھاگ جائے۔
"میں نہیں آؤں گی آئندہ فرشتے!" اس نے دہرایا۔ وہ ابھی تک دراز سے مصروف تھی۔
"پھر کہاں جاؤ گی؟"
"بس قرآن چھوڑ رہی ہوں۔"
"اسے چھوڑ کر کہاں جاؤ گی محمل!" وہ کچھ کاغذات نکال کر سیدھی ہوئی اور اسے دیکھا۔
"اپنی نارمل لائف میں۔"
"تمہیں یہ ابنارمل لائف لگتی ہے؟"
"یہ مجھ سے بات کرتی ہے فرشتے!" وہ دبی دبی سی چیخی۔ "آپ سمجھ نہیں سکتیں میں کتنے کرب سے گزر رہی ہوں۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا۔" "آپ سمجھ نہیں سکتیں۔"
"میں سمجھ سکتی ہوں' جب قرآن مخاطب کرنے لگتا ہے تو سب اس کرب سے گزرتے ہیں۔"
"نہیں۔" اس نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا جو میرے ساتھ ہوا' آپ تصور نہیں کر سکتیں۔"
"تمہیں لگتا ہے' تم پہلی ہو؟"
اس نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کیں اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔
"ہم انسان ہی تو یہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہیں' پھر تم اتنی کمزور کیوں پڑ رہی ہو؟ ہم پہاڑ ہوتے تو نہ سہار سکتے دب جاتے۔"
اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ فرشتے کو وہ لمحے بھر میں بہت بیمار لگی تھی۔
"وہ میری سوچیں پڑھ رہی ہے فرشتے!"
"وہ مخلوق نہیں ہے' وہ کلام ہے۔ بات ہے اللہ کی بات' اور اللہ ہی تو سوچیں پڑھ سکتا ہے۔"
وہ گم صم سی ہو گئی۔
"میں ... میں اللہ تعالیٰ سے بات کر رہی تھی؟"
"تمہیں کوئی شک ہے؟"
"مگر ... یہ چودہ سو سال پرانی کتاب ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ پاسٹ (ماضی) میں ہو کر ہم سے چودہ سو سال بعد کے فیوچر (مستقبل) سے خود کو کنیکٹ کر لے؟ اٹس لائیک اے میریکل۔" (یہ تو معجزہ کی طرح ہے)
"یہی تو ہم اسے کہتے ہیں۔ معجزہ!"

"اور جب یہ ختم ہو جائے گی؟"
"تو پھر سے شروع کر لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے' قرآن کے معجزے بار بار دہرانے سے کبھی پرانے نہیں ہوں گے۔ فہما" بتا رہی ہوں۔"
"میں ... میں اسے چھوڑ دوں تو؟"
فرشتے نے تاسف سے اسے دیکھا۔
"محمل! جب روز قیامت اللہ زمین آسمان کو بلائے گا تو ہر چیز کھنچی چلی آئے گی' طوعا" یا کرہا" خوشی سے یا نا خوشی سے۔ جب ہم اللہ کے بلانے پہ نماز اور قرآن کی طرف نہیں آتے تو اللہ ہمارے لیے ایسے حالات بنا دیتا ہے' دنیا اتنی تنگ کر دیتا ہے کہ ہمیں زبردستی سخت ناخوشی کے عالم میں آنا پڑتا ہے اور پھر ہم کرہا" بھی بھاگ کر آتے ہیں اور اس کے علاوہ ہمیں کہیں پناہ نہیں ملتی۔ اس کی طرف طوعا" آجاؤ محمل! ورنہ تمہیں کرہا" آنا پڑے گا۔"
پھر وہ مزید کوئی بحث نہ کر سکی۔
اسے فرشتے کی بات سے بے حد خوف آیا تھا۔ اسے لگا وہ اب کبھی قرآن چھوڑ نہ سکے گی۔

☆ ☆ ☆

اگر اسے معلوم ہوتا کہ اس ایک لفظ میں اس کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان چھپا ہے تو وہ اسے کبھی مس نہ کرتی' اور نہیں تو اس کا مطلب لغت میں ہی تلاش کر لیتی مگر جانے کیسے وہ اس سے لکھنا رہ گیا تھا۔
آج کا رکوع میڈم مصباح کے علاوہ ایک اور ٹیچر پڑھا رہی تھیں۔ میڈم ذکیہ آیات بنی اسرائیل کے ہیکل میں داخل ہونے کا قصہ بیان کر رہی تھیں۔
"اور دروازے میں داخل ہو جاؤ' سجدہ کرتے ہوئے' اور کہو "حطتہ" ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے اور عنقریب ہم محسنین کو زیادہ دیں گے۔"
وہ آیت پڑھ کر اب الفاظ کی گہرائی میں جا رہی تھیں۔
"حطتہ" کا مطلب گرانا مراد گناہ گرانے یعنی بخشش مانگنے سے ہے' اب بنی اسرائیل نے کیا یہ کہ انہوں نے جیسا کہ اگلی آیت میں ذکر ہے' منہ ٹیڑھا کر کے بات کو بدل دیا' وہ سجدہ کرتے' یعنی جھک کر "حطتہ" کہہ کر داخل ہونے کے بجائے حنطتہ hinta'tun کہہ کر ـــــ داخل ہوئے۔ حنطتہ کہتے ہیں۔"
وہ تیز تیز قلم چلا کر لکھ رہی تھی کہ کسی نے برہمی سے پین اس کے رجسٹر پہ رکھا۔ اس نے ہڑبڑا کر سر اٹھایا۔
ایک کلاس انچارج اس کے سر پہ کھڑی تھیں۔
"بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں' اور قرآن ان کے لیے دعا کرتا ہے اور بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پہ لعنت کرتا ہے۔"
"کیا ہوا میم؟"
"آپ رجسٹر قرآن پہ رکھ کر لکھ رہی ہیں۔"
انچارج نے صدمے سے اسے دیکھا تو اس نے گھبرا کر قرآن نیچے سے نکالا۔ یہ اس کا تجوید کا قرآن تھا' سمپل آف وائٹ جلد والا۔
"سوری میم۔" اس نے قرآن احتیاط سے ایک طرف رکھا' اور رجسٹر پہ جھک گئی۔ پھر ادھر ادھر ساتھ والی لڑکی کے رجسٹر پہ جھانکا کہ دیکھ سکے کہ حنطتہ کا کیا مطلب میڈم نے لکھوایا ہے' مگر اس نے کچھ نہ لکھا تھا۔ قرآن کی کلاس تھی' وہ بول نہ سکتی تھی' سو مایوسی سے واپس اپنے نوٹس کو دیکھا۔ صفحے کی لائن یہاں ختم ہوتی تھی' وہاں اس نے لکھ رکھا تھا "حنطتہ" یعنی گند ـــ" گند کے دال کے آگے صفحہ ختم تھا۔
بعض دفعہ ہم میکانکی انداز میں کچھ لکھتے ہوئے جب صفحہ ختم ہو جائے تو آگے جو بھی چیز ہو' بھلے نیچے رکھی ہوئی کتاب ہو یا ڈیسک کی لکڑی اس پہ لکھ ڈالتے ہیں' اور بعد میں یاد ہی نہیں آتا۔
"گند' اس کا مطلب ہے؟" وہ اس ادھورے لفظ پہ حیران ہوئی۔ کوئی سینس نہ بنتا تھا' مگر خیر وہ آگے لکھنے لگی۔ سوچا بعد میں کسی سے پوچھ لے گی' مگر بعد میں یاد ہی نہ رہا۔
چھٹی کے وقت اس نے ہمایوں کو اپنے گیٹ کا دروازہ بند کرتے دیکھا۔ وہ بک چڑھا کر پلٹا ہی تھا کہ وہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سامنے آکھڑی ہوئی۔
پنک اسکارف میں مقید چہرہ کندھے پہ بیگ' سفید یونیفارم اور سینے پہ ہاتھ باندھے وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"یہ تبدیلی کیسے آئی؟" وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ غالباً" اچھے موڈ میں تھا۔ محمل اسی طرح تیکھی سخت نظروں سے اسے دیکھے گئی۔
"خیریت؟" وہ دو قدم آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے سیاہ گیٹ کے باہر اس کا مستعد چوکیدار کن اکھیوں سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ہمایوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور وہ سخت تیوروں کے ساتھ سینے پہ بازو لپیٹے۔
"آپ کو مسئلہ کیا ہے فواد بھائی کے ساتھ؟"
"شاطر مجرم کسی بھی پولیس آفیسر کے لیے چیلنج ہوتے ہیں اور مجھے چیلنج لینے میں مزا آتا ہے۔"
"اس مزے میں اگر آپ الٹا پھنس گئے تو؟"
"میں کیوں پھنسوں گا؟ تم نے کورٹ میں مکر جانا ہے نا۔"
"آپ کو کس نے کہا کہ میں مکر جاؤں گی؟"
"کیا مطلب؟" وہ یک لخت چونکا۔
وہ اسی طرح اسے چبھتی نگاہوں سے دیکھتی واپس پلٹی اور سینے پہ بازو لپیٹے سر جھکائے سڑک پر چل دی۔ عقل کے سارے راستے عجب دھوئیں میں گم ہوتے تھے' وہ کچھ سمجھ نہ پا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

کتنے دنوں بعد آج وہ شام کی چائے سرو کرنے ٹرالی دھکیلتی باہر لائی تھی۔ لان میں سب بڑے یونہی بیٹھے تھے۔ ادھر ادھر کی خوش گپیاں' تبادلۂ خیال چل رہے تھے۔
"محمل' میری چائے میں کینڈل ڈالنا بیٹا۔" آغا جان جس بے تکلفی سے کہہ کر غفران چچا سے بات کرنے میں مصروف ہو گئے' ناعمہ اور فضہ نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ جب سے فواد جیل گیا تھا' ان دونوں کا الائنس (اتحاد) تائی مہتاب سے ہٹ کر بن چکا تھا۔ دونوں کے خواب اسے داماد بنانے کے چکنا چور ہو چکے تھے۔ اور وہ اب مزید تائی کی خوشامدیں کرنے کے بجائے انہیں بے رخی دکھانے لگی تھیں۔
"یہ لیجیے آغا جان۔" اس نے بھی پورے اعتماد سے کپ ان کو تھمایا' اور پھر تائی مہتاب کو' جو الگ سی گم صم سی بیٹھی تھیں۔
"تھینک یو محمل۔" جانے انہوں نے کس دل سے بظاہر مسکرا کر کہا۔ فضہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ناعمہ کو ہلکا سا اشارہ کیا' ناعمہ نے "ہونہہ" کہہ کر سر جھٹکا۔ ان کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ اچانک وہ اس پہ اتنے مہربان کیوں ہو رہے تھے۔
وہ خالی ٹرالی لیے اندر آئی تو سیڑھیوں سے اترتا حسن جو شرٹ کے کف بند کر رہا تھا' اسے دیکھ کر لمحے بھر کو رک گیا۔ "محمل!"
ایک پرانا منظر اس کی آنکھوں میں لہرایا تھا۔ فواد کا یوں اترنا پھر اس کا اسے چائے دینا' اور وہ انگلیوں کا ٹکرانا۔ کیا تب فواد نے یہ سوچا تھا کہ یہ لڑکی بھی اس کا ہتھیار بن سکتی ہے۔ اتنی ارزاں تھی وہ؟
منظر وہی تھا' بس چہرہ بدل چکا تھا' اس کی آنکھوں میں کرچیاں سی چبھنے لگیں۔
"مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا" وہ تیزی سے کچن کی طرف آئی۔
"محمل رکو' سنو۔" وہ سرعت سے اس کے پیچھے لپکا۔ اور کچن کے دروازے پہ ٹھہر سا گیا۔
اندر مسرت کپڑے سے سلیب صاف کر رہی تھی' محمل ساتھ ہی کرسی پہ رخ موڑے بیٹھی تھی۔ اونچی بھوری پونی ٹیل جس سے اس کی لمبی گردن پیچھے سے جھکتی تھی اور کرتے کے اوپر دوپٹے کو شانوں پہ ٹھیک سے پھیلائے' ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے وہ چہرہ موڑے بیٹھی تھی۔ اس کے اس سائڈ پوز سے بھی حسن کو اس کی جھکی آنکھوں کا سوگوار سا رنگ دکھائی دیا تھا' اسے لگا وہ بہت بدل گئی ہے۔

"محمل! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"
مسرت کا سلیب کو رگڑتا ہاتھ تو رک گیا' انہوں نے حیرت سے گردن موڑی۔
"حسن۔"
"چچی! محمل کو کہیں ذرا میری بات سن لے۔"
انہوں نے اسے دیکھا' جو بے تاثر سی لب بھینچے سر جھکائے کرسی پہ بیٹھی تھی۔
"محمل! حسن بلا رہا ہے۔"
"میں ان کے باپ کی نوکر ہوں جو آؤں۔" اس کا دل چاہا وہ یہ کہہ دے' مگر صبح ہی تو فرشتے نے اس سے کچھ کہا تھا۔
"محمل۔" مسرت پھر پکارا۔
"انہیں جو کہنا ہے' یہیں کہہ لیں۔ منظور نہیں ہے تو بے شک نہ کہیں۔" وہ سر جھکائے ٹیبل کو دیکھ رہی تھی۔ ایک قسم اس اترتی فجر میں اس نے کھائی تھی' وہ قسم اسے اب آخری سانس تک نبھانی تھی۔
"محمل! تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔" وہ بے بس سا اس کے سامنے آیا۔ "وہ تمہیں فواد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ تم خود کو اس کیس میں مت الجھاؤ۔"
اس نے گردن اٹھائی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا گہری سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔
محمل کا چہرہ بے تاثر تھا' بالکل سپاٹ۔
"آپ نے کہہ لیا جو کہنا تھا؟ اب آپ جا سکتے ہیں۔"
اس نے آلوؤں کی ٹوکری قریب کھسکا کر میز سے چھری اٹھائی' وہ چند لمحے بے بس سا اسے دیکھتا رہا پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔ مسرت الجھی سی اس کے قریب آئیں۔
"کس کیس کی بات کر رہا ہے حسن؟"
"آلو گوشت میں بنا دوں گی' آپ قورمہ دیکھ لیجیے گا اور کھیر بھی' کیونکہ میں نہیں چاہتی کسی کو کوئی شکایت ہو۔" وہ اب مگن سی آلو چھیل رہی تھی۔
مسرت گہری سانس لے کر سلیب صاف کرنے لگیں۔ وہ جانتی تھیں' اب وہ نہیں بتائے گی۔
اور وہ آلو چھیلتے اس عجیب بات کو سوچ رہی تھی جو صبح اس کو فرشتے نے کہی تھی۔ جب وہ رشتے داروں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی آیتیں' پڑھ کر تڑپ گئی تھی اور پوچھا تھا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں ان کے لیے کیا سزا بتائی گئی ہے۔
"یتیموں سے پہلے قرابت داروں کا ذکر ہے محمل۔"
"میں اور میری ماں ان قرابت داروں کی جیسے خدمت کرتے ہیں' آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔"
"تو اس خدمت کا کبھی ان کو احساس بھی دلایا؟"
"اماں تو ہر وقت جتی رہتی ہیں' مگر میں ادھار رکھنے کی قائل نہیں ہوں' وہ ایک نہیں تو دس سناتی ہوں' ایک ایک آئٹم گنواتی ہوں جو بناؤں۔"
اس نے فخر سے کہا' اور پھر فرشتے کا سنجیدہ چہرہ دیکھا تو لگا کچھ غلط کہہ دیا ہے۔
"یعنی سب کیا کرایا ملیا میٹ کر دیتی ہو' یہ تو ان پہ ظلم ہے۔"
"ظلم؟ میں ظلم کرتی ہوں ان پہ؟" وہ شاکڈ رہ گئی۔
"ظلم کی تعریف کیا ہوتی ہے؟ کسی کے حق میں کمی کرنا۔ ایک کی ایک سنانا برابر کا بدلہ ہے' مگر تو اوپر سنانا زیادتی ہے' ان کے حق میں کمی ہے۔"
"وہ مجھے جو بول دیں اور میں آگے سے چپ کر جاؤں؟" ایک بھی نہ سناؤں؟"
"تم اگر سنا دو گی تو سب برابر کر دو گی' پھر تم ان کے کیے کا شکوہ کسی سے کرنے کی حق دار نہیں ہو گی۔ معاف کر دیا کرو' اور جانتی ہو۔ معاف کرنا کیا ہوتا ہے؟"
اس کا سر خود بخود نفی میں ہل گیا۔
"اس کو دکھ نہ دینا جس نے آپ کو دکھ دیا ہو' ان کو ان کے رویے کا احساس تک نہ دلانا۔ کچھ نہ بتانا۔ یہ معاف کرنا ہوتا ہے۔ تم معاف کر دیا کرو' صبر کیا کرو۔"
"ساری زندگی صبر ہی تو کیا ہے۔ میں نے۔"
"وہ صبر نہیں ہوتا جو تم کرتی ہو۔ صبر وہ ہوتا ہے کہ اگر سر پہ بھاری پتھر بھی لگ جائے تو لبوں سے اف تک نہ نکلے۔ صبر وہ ہوتا ہے جو تمہاری ماں کرتی ہے۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"اور احسان؟"

"صبر اور معاف کرنے کے بعد ان کے برے رویے کے جواب میں بہت اچھا رویہ دو۔"

"میں کیوں کروں یہ سب۔ وہ کیوں نہیں کرتے؟ رشتے داروں کے ساتھ ویسا ہی رویہ رکھنا چاہیے جیسا وہ ہمارے ساتھ رکھتے ہوں۔"

"مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسا کرتے تھے کہ بدلے کی صلۂ رحمی کرنے والا صلۂ رحمی نہیں کرتا۔ اس پہ تو آپ کو اجر ہی نہیں ملے گا۔ اجر تو تب ملے گا جب آپ برے کے جواب میں اچھا کریں۔ تم انہیں معاف کرو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔"

"انہوں نے میری جائیداد کھائی ہے۔" وہ چیخ پڑی تھی "ابا اپنی ساری پراپرٹی میرے نام کرکے گئے تھے۔"

"بہت غلط کرکے گئے تھے پھر انہیں حق ہی نہیں تھا کہ ساری پراپرٹی وصیت کرتے۔ ان کا حق تو بس ایک تہائی پہ تھا، اس کو بے شک تمہارے نام وصیت کر جاتے مگر باقی کے دو تہائی حصے کی شرعاً تقسیم کی اجازت دے جاتے، تو شاید تمہارے چچا لوگ اپنے حصے پہ قناعت کرلیتے۔ وارث تو اللہ نے بنائے ہیں۔ جانے والے کو برا بھلا نہیں کہہ رہی مگر ایک غلط فیصلہ بہت سوں کی زندگیاں خراب کردیتا ہے۔ محمل! تم کچھ لوگوں کے غلط فیصلوں کو بنیاد بنا کر اپنے رشتہ داروں پہ ظلم کروگی تو یہ مت بھولو کہ پل صراط پہ رحم اور امانت کے کانٹے ہمارا انتظار کررہے ہیں۔ ہر خائن اور قطع رحمی کرنے والے کو وہ پل سے نیچے جہنم میں گرائیں گے اور ہر امانت دار اور صلۂ رحمی کرنے والا پل پار کر جائے گا۔ تم وہ پل پار نہیں کرنا چاہتیں؟"

وہ سر جھٹک کر تیز تیز آلو چھیلنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"میڈم مجھے ایک بات پوچھنا ہے؟"

"جی ضرور پوچھیے۔"

"وہ میم۔ مجھ سے نماز پڑھی نہیں جاتی، تو خیر ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں خیر ہے۔ اٹس او کے، اگر آپ نہیں پڑھ سکتیں تو۔" محمل کو لگا منوں بوجھ اس کے کاندھوں سے اتر گیا ہو۔ وہ ایک دم کسی قید سے آزاد ہوئی تھی۔

"وہی تو میم! میں باقی نیکیاں کرلوں، قرآن پڑھ لوں، ٹھیک ہے نا نماز پڑھنا بہت ضروری تو نہیں ہے؟"

"نہیں اتنا ضروری تو نہیں ہے۔ اگر آپ نہیں پڑھنا چاہتیں تو نہ پڑھیں۔"

"میم! کوئی فرق تو نہیں پڑے گا نا؟"

"قطعاً فرق نہیں پڑے گا۔ یہ بالکل آپ کی اپنی مرضی پہ ہے۔"

"وہ... او کے۔" وہ بے حد آسودہ سی مسکرائی۔ مگر میڈم مصباح کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"یقین کریں محمل! کوئی فرق نہیں پڑے گا اسے۔ آپ بے شک نماز نہ پڑھیں، بے شک سجدہ نہ کریں۔ جو ہستیاں اس کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتیں۔ اگر آپ کریں اسے کیا فرق پڑے گا، اس آسمان کا بالشت بھر بھی حصہ خالی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ نہ کررہا ہو۔ اور فرشتہ جانتی ہیں کتنا بڑا ہوسکتا ہے؟ جب اس پہاڑی پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے پکارنے پہ پلٹ کر دیکھا تھا، تو جبرئیل علیہ السلام کا قد زمین سے آسمان تک تھا۔ اور ان کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان نظر نہیں آرہا تھا۔ ایسے ہوتے ہیں فرشتے۔ 70 ہزار فرشتے کعبہ کا طواف کرتے ہیں، یہ تعداد عام سی لگتی ہے مگر جانتی ہو، جو 70 ہزار فرشتے روز طواف کرتے ہیں ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی۔ اس رب کے پاس اتنی لاتعداد ہستیاں ہیں عبادت کرنے کے لیے، آپ نماز نہ بھی پڑھیں تو اسے کیا فرق پڑے گا؟"

میڈم مصباح جاچکی تھیں اور وہ دھواں دھواں

چہرے کے ساتھ کتابیں سینے سے لگائے ساکت سی کھڑی تھی۔ اس کو لگا، وہ اب کبھی نماز چھوڑ نہیں سکے گی۔

شام میں اس نے بہت اہتمام سے عصر پڑھی۔ پڑھ کر لاؤنج میں فون اسٹینڈ کے ساتھ بیٹھی ہی تھی کہ نادیہ کو فون کرے۔ ناعمہ چچی معاذ کو کان سے پکڑے بے بس سی ڈانٹ رہی تھیں اور وہ کان چھڑا کر چھپاک سے منہ چڑاتا بھاگ گیا تھا۔

"اتنا شیطان ہوگیا ہے یہ لڑکا، کیا کروں میں اس کا۔" وہ کمر پہ ہاتھ رکھے پریشانی سے بولیں اور محمل کی فون نمبرز پریس کرتی انگلیاں تھم سی گئیں۔

"شیطان ہوگیا ہے یہ لڑکا!" اس نے زیر لب دہرایا۔

لفظ شیطان کا روٹ ورڈ کیا تھا؟ شین، طا، نون (ش ط ن) شطن۔ یعنی رحمت سے دور، اللہ کی رحمت سے دور دھتکارا ہوا۔ اور گاڈ انہوں نے اپنے بچے کو اللہ کی رحمت سے دور ہوا کہہ دیا؟

"چچی۔" اس نے ہولے سے انہیں پکارا، فون کا ریسیور ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

"ہاں؟" ناعمہ چچی نے پریشانی سے چونک کر اسے دیکھا۔

"معاذ کو شیطان تو نہ کہیں۔ چچی اللہ! نہ کرے وہ شیطان ہو۔ شیطان تو اللہ کی رحمت سے دور ہونے کو کہتے ہیں۔"

اچھا اچھا۔ بس کرو، دو سیپارے کیا پڑھ لیے، اب ہمیں سکھائیں گی یہ۔ ہونہہ ان کا تو قبلہ ہی بدل گیا ہے۔" وہ استہزائیہ کہتی باہر نکل گئیں اور وہ جہاں تھی، وہیں سن سی بیٹھی رہ گئی۔

"ان کا تو قبلہ ہی بدل گیا ہے۔" وہ تکرار اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

بہت پہلے ملنے والی وہ سیاہ فام لڑکی ایک دم اسے یاد آئی تھی۔

"اس میں تمہارا ماضی ہے، حال ہے، اور مستقبل لکھا ہے۔"

☆ ☆ ☆

وہ سر جھکائے خاموشی سے برتن دھو کر ریک میں لگارہی تھی۔ دھلی پلیٹوں سے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ اس کے ہاتھ سست روی سے کام کررہے تھے۔ وہ کچن میں اکیلی تھی، اماں جانے کہاں تھیں۔ باقی لوگ تو کام کے وقت کچن میں آنا مزاج کے خلاف سمجھتے تھے، مگر خیر۔ اس نے سر جھٹکا۔ وہ اب کوشش کرتی تھی کہ ایسی سوچوں کو دل میں جگہ نہ دے۔ اب محسوس ہوتا تھا کہ اس نے اپنے بد صورت رویے سے اپنے اور ان کے درمیان فرق نہ رکھا تھا، پہلے وہ ہر چیز اسی دنیا میں برابر کرنے پہ تلی تھی، اب اس

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول
دل کے موسم
قیمت 250 روپے
مریم عزیز
ننگے پاؤں
قیمت 250 روپے
نگہت سیما
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37، اردو بازار، کراچی

نے صبر کرنا شروع کر دیا تھا۔

زندگی ویسے بھی اب ٹف ہو گئی تھی۔ اب مسجد کی ٹیچرز نے اسے دیر سے آنے پہ الٹی میٹم دے دیا تھا' وہ خود بھی اپنی تجوید درست کرنے فجر کے بعد آنا چاہتی تھی کہ تب لڑکیاں اکٹھی بیٹھ کر تجوید کی پریکٹس کرتی تھیں۔ صرف یہ مسئلہ تھا کہ فجر کے وقت فریج لاک ہوتا تھا' اس کے لاکھ کہنے پہ بھی کسی پہ اثر نہ ہوا تھا' اس کے پاس اپنے ناشتے کے پیسے نہ تھے' یا تو وہ ٹرانسپورٹ کا کرایہ ادا کرتی یا اپنا ناشتہ لاکر رکھتی' سو ناشتہ قربان کر کے اس نے وین والے کو فیس دی۔ اور روز صبح تہجد پہ اٹھ کر' وہ آدھے گھنٹے اپنا ہوم ورک کرتی' پھر فجر پڑھ کر نکل جاتی۔ عصر کے قریب اس کی واپسی ہوتی۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے' علم فقر و فاقے کے بغیر نہیں آتا' ٹھیک ہی کہتے تھے۔

اس نے آخری پلیٹ ریک پہ رکھی' ٹونٹی بند کی اور ہاتھ خشک کرتی اپنے دھیان میں پلٹی ہی تھی کہ کچن کے کھلے دروازے میں کسی کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹکی اور پھر دوسرے ہی پل ساکت رہ گئی۔

"کیسی ہو؟" فواد سینے پہ ہاتھ باندھے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ گنگ سی بنا پلک جھپکے اسے دیکھے گئی۔ یہ کب واپس آیا؟

"تم مجھے بہت یاد آئیں محمل! میں ایک بہت بڑی سازش کا نشانہ بنا ہوں۔"

"اماں... اماں۔" وہ ایک دم بلند آواز میں پکارنے لگی۔ خون ابلنے لگا تھا' اسے محسوس ہوا' اس کا جسم کپکپا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" مسرت بوکھلا کر اندر آئیں' اور پھر فواد کو دیکھ کر چپ سی رہ گئیں۔

"فواد بیٹا' تم؟"

"چاچی۔" وہ ان کی طرف بے قراری سے پلٹا۔ "میرے ساتھ بہت بڑی سازش ہوئی ہے۔ یہ سب اس اے ایس پی کا کیا دھرا ہے۔ میں بھلا محمل کے ساتھ ایسا کر سکتا ہوں؟ محمل تم۔" وہ اب اس کی جانب مڑا۔ "تم جانتی ہو میں بے قصور ہوں۔ ریکارڈنگ جو انہوں نے تمہیں سنوائی' وہ ان کے کسی فنکار کی تھی۔ ہم ان پولیس والوں کو بھتہ نہیں دیتے' اس لیے انہوں نے ایسا کیا۔ تم یاد کرو' تم نے خود کہا تھا کہ تم سائن کروانے چلی جاتی ہو۔ میں نے اگر سودا کیا ہوتا تو میں تمہیں مجبور کرتا۔"

وہ ایک دم چونکی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مگر...

"آپ نے۔ آپ نے مجھ پہ الزام لگایا کہ آپ نے مجھے رنگے ہاتھوں..." اس سے آگے بولا نہیں گیا۔

"وہ سب مجھے اے ایس پی نے رات کو کہا تھا کہ میں تمہارے اور اس کے درمیان آنے کی کوشش نہ کروں۔ بھلا بتاؤ' میں ایسا کر سکتا ہوں پھر مجھے یقین آ ہی گیا کہ تم جیسی باکردار اور پارسا لڑکی ایسا نہیں کر سکتی۔ میں پورے گھر کے سامنے تمہارے کردار کی قسم کھانے کو تیار ہوں۔ چاچی! آپ میرا یقین کریں۔"

وہ بے بس سا مسرت کے پاس جھکا اور ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"یقین کریں' میں نے کچھ نہیں کیا' لیکن اگر آپ سمجھتی ہیں کہ محمل میری وجہ سے بدنام ہوئی ہے تو میں محمل سے شادی کرنے پہ تیار ہوں۔ آپ جب کہیں' آغا جان دھوم دھام سے محمل کو اپنی بہو بنائیں گے۔ آپ ہاں تو کریں۔ ایک دفعہ محمل سے میری شادی ہو جائے' پھر ہو گی کسی کو پورے خاندان میں ہمت کہ وہ محمل پہ انگلی اٹھا سکے؟ ہم ہر وہ انگلی کاٹ دیں گے۔ اللہ گواہ ہے' چچی ہم ایسا کریں گے۔"

"فواد... تم سچ کہہ رہے ہو؟" فرط جذبات سے مسرت کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

وہ جو ساکت سی سلیب کا سہارا لیے کھڑی تھی' ایک دم بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

اس نے رات کا کھانا نہیں کھایا' بس سر منہ لپیٹے پڑی رہی۔ باہر سے چہل پہل کی آوازیں آ رہی تھیں

۔ ہنسی مذاق' باتیں' شور' قہقہے' دعوت کی طرح کا سماں تھا' اشتہا انگیز کھانوں کی مہک اس کے کمرے تک آ رہی تھی' مگر اس کا کسی چیز کے لیے دل نہ چاہ رہا تھا۔

وہ چت لیٹی دیر تک چھت پہ گھومتے پنکھے کو دیکھتی رہی تھی۔ تینوں پر گول گول گھوم رہے تھے۔ بار بار ایک ہی مدار کے گرد چکر کاٹتے' آخر میں وہیں پہنچ جاتے جہاں سے چلے تھے۔ وہ بھی وہیں پہنچ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

صبح پرٹیر ہال کی کشادہ سفید سیڑھیاں وہ ننگے پاؤں سست روی سے اتر رہی تھی۔ سفید شلوار قمیص کے اوپر پنک اسکارف نفاست سے اوڑھے' ایک ہاتھ ریلنگ پہ رکھے' وہ جیسے پانی پہ چلتی غائب دماغی سے نیچے آئی تھی۔

پرٹیر ہال کے گلاس ڈورز بند تھے۔ شیشوں کے پار تازہ صبح اتر رہی تھی۔ اس کو آج کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا' وہ چپ چاپ اپنی جگہ پہ آ گئی۔ بیگ ڈیسک پہ رکھا اور گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

اگر کالج ہوتا تو یقیناً" وہ آج نہ آتی' اتنی ڈپریسڈ ہو گئی تھی کہ وہ پڑھ نہ سکتی تھی۔ مگر وہ کالج نہ تھا نہ ہی وہ پڑھنے آئی تھی۔ وہ تو سننے آئی تھی۔

بعض چیزیں اتنی حیرت انگیز ہوتی ہیں کہ انسان ان پہ حیران ہونا ترک کر دیتا ہے۔ معجزانہ کتاب بھی ایسی ہی تھی' عاجز کر دینے والی' مبہوت کر دینے والی۔ وہ جو سوچتی تھی' اس کتاب میں لکھا آ جاتا تھا۔ اب محمل نے حیران ہونا ترک کر دیا تھا۔ اسے لگا' وہ اب کبھی حیران نہ ہو سکے گی مگر آج کی آیات پہ پھر وہ چونکی تھی۔

"اور لوگوں میں سے کوئی ہے' اچھی لگتی ہے تمہیں اس کی بات دنیا کی زندگی کے متعلق..." اس نے سر گھٹنوں پہ رکھ دیا اور بازو گھٹنوں کی گرد لپیٹ لیے۔

"اور وہ اپنی بات... اللہ کو گواہ بنا لاتا ہے' جبکہ حقیقت میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔"

اس نے سر اٹھایا' چہرہ دائیں جانب گھمایا' پنک اسکارف میں ملبوس لڑکیاں سر جھکائے تیزی سے قلم پیپر پہ چلا رہی تھیں۔ وہاں کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہے۔

بس وہی جانتا تھا جس نے یہ کتاب اس کے لیے اتاری تھی۔ اسے کبھی کبھی لگتا تھا' یہ بس اسی کی کہانی ہے' کسی اور کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔

"اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے۔"

اس نے دونوں کنپٹیوں کو انگلیوں سے سہلایا۔

"اچھی لگتی ہے تمہیں۔"

وہ آہستہ سے اٹھی' سیپارہ بند کیا اور کچھ بھی لیے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"اس کی بات۔"

"وہ دھیرے دھیرے زینے چڑھ رہی تھی۔"

"دنیا کی زندگی کے متعلق..."

وہ آخری زینہ عبور کر کے راہداری کی طرف بڑھی۔

"اور وہ اپنی بات پہ اللہ کو گواہ بنا لاتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔" وہ تھکاوٹ سے باہر برآمدے کے اسٹیپس پہ بیٹھ گئی۔ سامنے ہرا بھرا لان تھا۔ وہ ستون سے سر ٹکائے لان کے سبزے کو خالی خالی آنکھوں سے دیکھے گئی۔

یہ تو اس نے اپنے دل سے بھی نہ کہا تھا کہ اسے فواد کی بات اچھی لگی تھی۔ اس کی آفر دلفریب تھی' دلکش تھی۔ وہ اپنے دل سے اقرار کرنے سے ڈرتی تھی' مگر وہ تو ہر نگاہوں کی خیانت بھی جانتا ہے' اس سے کیسے چھپ سکتی تھی کوئی بات مگر اس نے اسے ڈانٹا نہیں' ذلیل نہیں کیا جیسے لوگ کرتے تھے' اس کا تماشا نہیں بنایا جیسے خاندان والے بناتے تھے۔ اس کی بات سنی ان سنی نہیں کی جیسے نادیہ کرتی تھی' کوئی ڈانٹ ڈپٹ' لعن طعن نہیں۔ بس وہی ایک نرم مہربان انداز جس کی تڑپ میں وہ قرآن سننے آتی تھی' وہ ڈانٹتا ہی تو نہیں تھا' اس کی طرح کوئی سمجھاتا ہی نہ تھا۔ کوئی اس کی طرح تھا ہی نہیں۔

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

وہ وہیں بیٹھی تھی جب ساتھ ہی وہ لڑکی آبیٹھی۔ غالباً "ٹمڈبریک" تھی۔ اور لڑکیاں اس میں بھی بیٹھ کر تجوید کرتی تھیں۔

وہ تھوڑی ہتھیلی تلے رکھے، چہرہ موڑے یونہی اسے دیکھے گئی۔

وہ لڑکی گھٹنوں پہ قرآن رکھے بائیں ہاتھ سے صفحے پلٹ رہی تھی، دایاں ہاتھ یونہی ایک طرف گرا پڑا تھا۔ مطلوبہ صفحہ کھول کر اس نے بائیں ہاتھ سے گرے ہوئے ہاتھ کو اٹھایا اور گود میں رکھا، پھر ٹھیک ہاتھ سے صفحے کا کنارہ پکڑے پڑھنے لگی۔

"ان المسلمین والمسلمات۔۔۔"

وہ رک رک کر اٹک اٹک کر پڑھتی، بار بار آواز ٹوٹ جاتی۔ وہ پھر سے شروع کرتی، مگر ہکلاہٹ زدہ زبان پھر ساتھ چھوڑنے لگتی۔ مخارج صحیح نہ نکل پاتے، وہ بدقت تمام ایک لفظ بولتی تو ساتھ "گاں گاں" آواز بھی آتی۔

یکدم محمل کو احساس ہوا وہ رونے لگی تھی۔ اس کا مفلوج دایاں ہاتھ بار بار نیچے گر جاتا، وہ بائیں ہاتھ سے اسے اٹھاتی، پھر سے تجوید سے پڑھنے کی کوشش کرتی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور آنسو ابل کر گال پہ لڑھکنے لگے۔ وہ بائیں ہاتھ سے آنسو رگڑتی، دبی دبی سسکیوں کے ساتھ پھر سے کوشش کرنے لگی۔

محمل گم صم سی اسے دیکھے گئی۔ وہ اپاہج لڑکی اپنے اللہ سے بات کر رہی تھی، وہ اس کا بہت ہمدرد تھا۔ اسے محمل کی، ہمدردی کی اس وقت ضرورت نہ تھی، لمحے بھر کو بھی اسے اس پہ ترس نہ آیا تھا، بلکہ رشک ہوا تھا، کوئی ایسے بھی تڑپ کر قرآن پڑھتا ہے جیسے وہ پڑھ رہی تھی؟ اور ایک ہم ہیں، برسوں اس مصحف کو لپیٹ کر سب سے اونچے شیلف میں سجائے رکھتے ہیں اور بس سجائے ہی رکھتے ہیں۔ وہ اسی طرح ہتھیلی تھوڑی تلے جمائے گردن پوری اس کی طرف موڑے پلک جھپکے بنا اسے دیکھے جا رہی تھی۔

وہ پھر سے ہکلاتی زبان سے پڑھنے لگی، مگر ٹھیک پڑھا نہ جا رہا تھا، آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے۔ دبی دبی سسکیوں کے درمیان وہ مسلسل استغفراللہ کہتی جا رہی تھی۔ عام سی شکل کی اپاہج لڑکی۔ اسے بے اختیار وہ سیاہ فام لنگڑی لڑکی یاد آئی۔

وہ کتنوں کو سہارا دیے ہوئے تھا، اور وہ کتنے بدنصیب ہوتے ہیں جو تلاوت کی آواز سن کر کان بند کر لیتے ہیں۔ کبھی میں بھی ان بدنصیبوں میں تھی۔

وہ آہستہ سے اٹھی اور سر جھکائے چل دی۔

برآمدے کی سیڑھیوں پہ بیٹھی اپاہج لڑکی اسی طرح رو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ گیٹ بند کر کے اندر داخل ہوئی تو لان میں کرسیاں ڈالے تقریباً تمام کزنز بیٹھے تھے۔ فواد بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ وہ کسی بات پہ ہنس رہا تھا، شرٹ کا اوپری بٹن کھولے، قیمتی رسٹ واچ پہنے، اس کے پرفیوم کی مہک یہاں تک آ رہی تھی۔

وہ کرسیوں کا دائرہ بنا کر بیٹھے تھے۔ یہ ندا تھی جو اس کی بات دلچسپی سے سن رہی تھی۔ جبکہ آرزو بھی اس دائرے میں لاتعلق سی بیٹھی تھی اور فائقہ بھی۔ رضیہ پھپھو کی فائقہ۔ وہ بھی جیسے فواد سے احتراز برت رہی تھی۔ جیل جانے کے بعد بھلے تائی مہتاب جتنی تاویلیں پیش کرتیں، فواد کی اہمیت اب وہ نہ رہی تھی۔

وہ کتابیں سینے سے لگائے سر جھکائے تیز تیز چلنے لگی۔

"محمل!" وہ برآمدے کے اسٹیپ پہ تھی جب فواد نے بے اختیار پکارا۔ اس نے ایک پاؤں سیڑھی پہ رکھے گردن موڑی۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"آؤ بیٹھو۔"

"مجھے کام ہے۔" روکھے تاثرات دے کر وہ برآمدے کا دروازہ پار کر گئی۔ لان میں بہت سی معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ یوں مجھے سب کے سامنے بلائے۔ بائی فٹ!" وہ پیر پٹختی اندر آئی تھی۔ لاؤنج میں حسن نظر آیا تو ایک دم ٹھٹک کر رکی، پھر سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"محمل!" اس کے قدم رک گئے، مگر پلٹی نہیں۔

"تمہیں فواد کی ہر بات پہ یقین ہے؟"

"مجھے آپ پہ بھی یقین نہیں ہے۔" اس کا گلا رندھ گیا تھا، تیزی سے کہہ کر اس نے دروازہ کھولا اور پھر دھڑام سے اپنے پیچھے بند کیا۔

حسن نے تاسف و بے بسی سے چند لمحے ادھر دیکھا، پھر سست روی سے اوپر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

☼ ☼ ☼

اس نے چمچہ ہلا کر پتیلی کا ڈھکن بند کیا، جھک کر چولہا قدرے آہستہ کیا، اور واپس کٹنگ بورڈ کی طرف آئی جہاں سلاد کی سبزیوں کا ڈھیر لگا تھا۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے سر جھکائے کھٹ کھٹ سبزیاں کاٹنے لگی۔

"ادھر ہو محمل!؟" رضیہ پھپھو نے اندر جھانکا۔

محمل نے سر اٹھایا۔ آج اس نے پونی نہیں باندھی تھی، اور بھورے لمبے بال شانوں پہ گر رہے تھے۔ جنہیں اس نے کانوں کے پیچھے اڑس رکھا تھا۔

"جی پھپھو؟" وہ آہستہ سے گویا ہوئی۔ یہ محمل کے اندر ایک واضح تبدیلی تھی وہ پہلے جیسی بدلحاظ نہ رہی تھی، ورنہ پہلے تو اسے مخاطب کرتے ہوئے ڈر لگا کرتا تھا۔

"میں نے سوچا، ذرا تمہاری کوئی مدد کروا دوں۔ مسرت کو تو بھابھی نے دوسرے کاموں پہ لگا رکھا ہے۔ کوئی تک ہے بھلا؟ جب دیکھو، بے چاری سے کام ہی کرواتی رہتی ہیں۔"

"تو کوئی بات نہیں پھپھو! ہمارا فرض ہے۔" وہ نرمی سے مسکرا کر پھر سے سبزی کاٹنے لگی تھی۔

"یہ فواد رہا کب ہوا؟" پھپھو سامنے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے رازداری سے گویا ہوئیں۔

"معلوم نہیں۔"

"ہک ہا۔ بڑا ظلم کیا اس نے تمہارے ساتھ۔ میرا تو مانو اس کی شکل دیکھنے کا دل نہیں کرتا۔"

وہ سر جھکائے کھٹا کھٹ پیاز کاٹتی جا رہی تھی۔ آنکھوں میں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"برا دل تھا میرا اپنی فائقہ کے لیے۔ مگر دل ایسا ٹوٹا کہ ادھر آنے کو ہی نہیں چاہتا تھا، کتنے چہرے نکلتے ہیں نالوگوں کے، محمل!"

"جانے دیں پھپھو انا اللہ پڑھ لیں۔ فائقہ باجی کوئی کم تھوڑی ہیں۔ وہ کسی اچھے بندے کے قابل ہیں، اچھا ہی ہوا جو بھی ہوا۔"

اسے پھپھو کے آزردہ چہرے کو دیکھ کر دکھ ہوا تھا، یہ پہلی دفعہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ یوں بات کر رہی تھیں، ورنہ پہلے تو درمیان میں محمل نے اتنی دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں کہ انہیں پاٹنا مشکل تھا، وہ اس کے ابا کی ایک ہی بہن تھیں۔ وہ کیوں لوگوں سے شکایت کرے؟ اس نے خود بھی تو کبھی بنا کر رکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔

"ہاں۔ وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔"

اسی لمحے فواد نے کچن کا دروازہ کھولا۔ ان دونوں نے چونک کر ادھر دیکھا، محمل کے لب سختی سے بھنچ گئے۔ وہ تیز تیز سبزی کاٹنے لگی۔

"محمل! ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

"یہ فارغ نہیں ہے۔ اپنی بہنوں سے کہہ دو۔ وہ فارغ ہی بیٹھی تھیں باہر۔" پھپھو نے نہایت بے رخی سے کہا، وہ چند لمحے کھڑا رہا، پھر واپس مڑ گیا۔

"ہونہہ، حکم دیکھو کیسے چلا رہا ہے۔ تم ذرا بھی اس کی نہ سنا کرو۔ میرے بھی کتنے خواب تھے۔ ہمیں کوئی کمی تھوڑی ہے۔ فائقہ کے پاپا کے بزنس کا تو تمہیں پتا ہے، کروڑوں میں کھیلتے ہیں۔ ان کی طرح یتیموں کا مال نہیں کھاتے۔"

"میں یتیم نہیں ہوں پھپھو! میں بالغ ہوں، اور بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہوتی۔"

وہ اب سلاد میں لیموں نچوڑ رہی تھی۔

"ہاں ہاں، تمہیں پتا ہے، ابھی فائقہ کے پاپا نے نیا گھر بنوایا ہے، دوسرا گھر تو پھر سے فرنش کر کے فائقہ کو جہیز میں دیں گے۔"

محمل کی لیموں نچوڑتی انگلیاں تھمیں۔ ایک خیال

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کے پیش نظر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔
"پھپھو!" اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ "آپ کو مدد کی ضرورت ہوگی نا۔ گھر شفٹ کیا ہے۔ آپ اکیلے کیسے کریں گی سب؟ نوکروں پہ بھروسہ کر ہی نہیں سکتے۔ میں آجاؤں اپ کے پاس' ہیلپ کروادوں گی۔"
"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" پھپھو تو نہال ہوگئیں۔ "میں تم سے کہنے ہی لگی تھی پھر سوچا تمہاری پڑھائی ہے۔" (تو اسی لیے اتنا پیار جتا رہی تھیں' خیر)
"کوئی بات نہیں' ویک اینڈ ہے' پھر... آپ کی ہیلپ بھی تو کرانی ہے نا۔"
اسے فواد سے دور رہنے کا یہی طریقہ نظر آیا تھا' پھپھو نے تو فوراً" ہامی بھرلی۔ وہ جلدی سے اپنا بیگ تیار کرنے لگی۔
تیاری کیا تھی۔ دو جوڑے رکھے' چند ضروری چیزیں' اور پھر قرآن رکھتے رکھتے وہ رہ گئی۔
"قرآن تو وہاں ترجمے والا مل ہی جائے گا' دو دن کی تو بات ہے' اب ساتھ کیا رکھوں۔ کوئی بات نہیں۔" اس نے بیگ کی زپ بند کردی۔

☆ ☆ ☆

پھپھو کا سامان شفٹ ہوگیا تھا' بس ڈبوں میں بند تھا۔ وہ جاتے ہی کام میں لگ گئی' فائقہ تو ٹی وی میں ہی مگن تھی۔ ڈش بھی لگ گئی تھی' اور وہ بہت شوق سے کچھ دیکھ رہی تھی۔ پھپھو نے اس سے کچھ نہ کہا' محمل ہی ساری چیزیں نفاست سے سیٹ کرتی رہی۔
رات گیارہ بج گئے جب اس نے آج کے لیے بس کی۔ اور پھر نہا کر نیا سوٹ پہنا۔ پھر نئے سرے سے وضو کیا' اور دوپٹہ سر پہ لپیٹے' وہ پھپھو کے پاس چلی آئی۔
"پھپھو! آپ کے پاس ترجمے والا مصحف ہوگا؟"
"کیا ترجمے والا؟" وہ اپنے کپڑوں کی الماری سیٹ کر رہی تھیں۔
"قرآن۔ قرآن ہوگا۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی۔
"ترجمے والا تو... فائقہ کی دادی کا تھا پچھلے گھر میں۔ مگر وہ کسی نے مانگ لیا تھا' ترجمے بغیر والا ہوگا۔"
"اچھا... چلیں۔ وہی دے دیں۔"
"کتابوں کے ڈبے سے نہیں نکلا؟"
"نہیں تو میں نے خود ساری کتابیں ادھر رکھی ہیں۔"
"پھر شاید کہیں مس پلیس ہوگیا ہو' فائقہ سے پوچھ لو۔" وہ پھر سے کام میں مگن ہوگئیں۔
وہ بے دلی سے فائقہ کے پاس آئی۔
"فائقہ باجی! آپ کے پاس قرآن ہوگا؟"
"میرے پاس؟ مجھے کیا کرنا ہے؟" وہ الٹا حیران ہوئی۔ "اماں سے پوچھو' ان کو ہی پتا ہوگا۔"
وہ مایوس سی خود ہی ڈھونڈنے لگی۔ کتابوں کے ریک کو پھر سے دیکھا' ایک ایک چیز چھان ماری' مگر قرآن نہ تھا نہ ملا۔
وہ اپنے کمرے میں آئی' اور اپنا بیگ پھر سے کھولا۔ شاید کوئی معجزہ ہوجائے اور شاید اس نے قرآن رکھ دیا ہو' سارے کپڑے اوپر نیچے کیے۔ مگر وہ ہوتا تو ملتا۔
وہ پھر سے لاؤنج میں گئی۔
"فائقہ باجی! آپ کے پاس کوئی کیسٹ ہوگی تلاوت کی؟"
"نہیں!" فائقہ نے لاپروائی سے شانے جھٹکے۔ "کوئی چینل ہوگا جس پہ تلاوت آتی ہو؟"
"تنگ مت کرو محمل' میں مووی دیکھ رہی ہوں۔"
وہ اکتا کر رخ پھر ٹی وی کی طرف موڑ کر بیٹھ گئی۔
محمل تھکے تھکے قدموں سے واپس آئی اور پھر بیڈ پہ گر کر نہ جانے کیوں رونے لگی تھی۔
رات وہ بے چین سی نیند سوئی۔ اگلا سارا دن کام کرواتے وہ مغموم' بے چین رہی' کھانے کے بھی چند لقمے لے سکی۔ اس سے کھایا ہی نہیں جا رہا تھا۔
ہفتے اور اتوار کے وہ دو دن اس کی زندگی کے جیسے بدترین دن تھے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا وہ اڑ کر گھر پہنچ جائے' اور اپنا قرآن تھام لے۔ کوئی ایسا اتفاق تھا کہ

رضیہ پھپھو کا ڈرائیور چھٹی پہ چلا گیا' وہ اب ان کے میاں نفیس انکل سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ گھر سے بھی کوئی نہیں دے کر جائے گا' وہ جانتی تھی۔
اللہ اللہ کر کے اتوار کی رات گھر سے گاڑی اسے لینے آئی۔
پھر جس لمحے وہ گھر میں داخل ہوئی' بجائے کہیں اور جانے کے' بجائے کسی سے ملنے کے وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں گئی' شیلف پہ بیگ ایک طرف ڈالا اور شیلف پر سے قرآن اٹھا کر سینے سے لگالیا' اسے لگا اب وہ زندگی بھر قرآن کے بغیر کہیں نہیں جاسکے گی۔ لوگ چابی بٹوہ اور موبائل کے لیے آتے ہیں' قرآن کے لیے کوئی واپس نہیں آتا نہ جانے کیوں۔
"محمل!" اماں پکارتی ہوئی آئیں' تو اس نے آنسو خشک کیے اور اپنے مصحف کو احتیاط سے شیلف پہ رکھا۔
"محمل... یہ لو۔" اماں نے دروازہ کھولا اور ایک خط کا لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ "تمہاری ڈاک آئی تھی کل۔"
"میری ڈاک؟" اس نے حیرت سے لفافہ تھاما۔ مسرت جلدی میں تھیں' لفافہ دے کر پلٹ گئیں۔
اس نے الجھتے ہوئے لفافہ چاک کیا' اور اندر موجود کاغذات نکالے۔
وہ اسکالرشپ تھا جو اس کو دیا گیا تھا۔ انگلینڈ میں اعلا تعلیم کا اسکالرشپ۔
وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"محمل... تمہاری ڈاک آئی تھی۔ کیا یہ وہ اسکالر شپ تھا؟"
کھانے کی میز پہ آغا جان نے پوچھا تو یکدم سناٹا چھا گیا۔ محمل نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔ سب ہاتھ روکے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔
"جی۔" اسے اپنی آواز کہیں دور سے آتی سنائی دی۔ خوشی یا جوش سے خالی آواز۔
"ہوں۔ تو کلاسز کب اسٹارٹ ہوں گی؟" آغا جان بات کرنے کے ساتھ ساتھ چمچہ کانٹا پلیٹ میں کھڑکا رہے تھے۔ باقی سب دم سادھے محمل کو دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک بڑی خبر تھی۔
"ستمبر میں۔"
"تمام اخراجات وہی اٹھائیں گے؟"
"جی۔" وہ بھی جواب دینے کے ساتھ ساتھ کھانے لگی تھی۔ ڈائننگ ہال میں اب اس کے چمچے کی آواز بھی آرہی تھی۔
"ویری گڈ۔"
"انگلینڈ میں؟"
"اسکالرشپ؟"
"محمل انگلینڈ چلی جائے گی؟"
سرگوشیاں چہ مگوئیاں شروع ہوچکی تھیں۔ اس نے سر جھکائے خاموشی سے کھانا ختم کیا' پھر کرسی دھکیل کر اٹھی اور بنا کچھ کہے ڈائننگ ہال سے چلی گئی۔
اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ خوش تھی' یا نا خوش۔ اسے ایک نئی زندگی گزارنے کا موقع مل رہا تھا' اسے خوش ہونا چاہیے۔ لیکن پھر یہ ناخوشی؟ دل ڈوبنے کا یہ احساس؟ شاید یہ اس لیے تھا کہ اس صورت میں اسے علم الکتاب اور مسجد چھوڑنی پڑے گی۔ قرآن کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔ لیکن وہ تو میں بعد میں بھی کرسکتی ہوں۔ انگلینڈ جانے کا موقع بعد میں نہیں ملے گا۔
ان ہی سوچوں میں گم نیند نے اسے آلیا۔

☆ ☆ ☆

صبح کلاس میں سیپارہ کھولتے وقت اسے امید تھی کہ آج کے سبق میں اس کے اسکالرشپ کے بعد کے خیالات کے متعلق آیات ضرور آجائیں گی' لیکن آج کی آیات سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کے کسی قدیم قصے کی تھیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

یہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اسے اس کا جواب نہیں مل رہا تھا' اور وہ واقعہ جو بیان کیا جا رہا تھا' وہ بھی قدرے ناقابل فہم تھا۔ بلکہ تھا نہیں' اسے لگا تھا۔ وہ اسکالرشپ بھلا کر اس واقعے میں ہی الجھ گئی۔

واقعہ کچھ یوں تھا کہ جب طالوت کا لشکر جالوت سے مقابلے کے لیے نکلا' تو راستے میں آنے والی ایک نہر میں ان کے لیے آزمائش ڈال دی گئی۔ اللہ نے اس نہر کے پانی کو سوائے ایک چلو کے' پینے سے منع کیا' تو جو لوگ پانی پینے گئے' وہ نہر پہ بیٹھے رہ گئے' اور جنہوں نے چلو سے زیادہ نہ پیا' وہ آگے نکل گئے' اور انہی میں حضرت داؤد علیہ السلام تھے جنہوں نے جالوت کو قتل کر کے اس کو اپنے انجام تک پہنچایا۔

پوری تفسیر سن کر بھی اسے نہ سمجھ آیا کہ بھلا نہر کا پانی کیوں نہیں پینا تھا؟ پانی تو حرام نہیں ہوتا' پھر کیوں؟

وہ پورا دن یہی سوچتی رہ گئی تھی' یہاں تک کہ رات جب میٹھا لینے کچن میں آئی تو بھی یہی سوچ رہی تھی۔

کچن خالی تھا' اس نے فریزر کا ڈھکن کھولا' سویٹ ڈش کے ڈونگے نکالے' ٹرے میں رکھے اور ٹرے اٹھائے باہر آئی۔

"پھر جب طالوت اپنے لشکروں کے ساتھ جدا ہوا۔"

وہ ٹرے اٹھائے ڈائننگ ہال میں آئی۔ اونچی پونی جھکے سر سے اور اٹھ جاتی تھی۔ کندھوں پہ پھیلایا دوپٹہ' اور شفاف چہرے پہ سنجیدگی لیے' اس نے ٹرے ٹیبل پہ رکھی۔ سب وقفے وقفے سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ متاثر' جلن زدہ نگاہیں۔

"اس نے کہا' بے شک اللہ تم کو آزمانے والا ہے ایک نہر کے ساتھ۔"

وہ خاموشی سے ٹرے سے ڈونگے نکال رہی تھی۔ پہلا ڈونگا اس نے آغا جان کے سامنے رکھا۔

"تو جو کوئی اس نہر سے پیے گا' وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

دوسرا ڈونگا دونوں ہاتھوں میں ہی اٹھا کر اس نے ٹیبل کے وسط میں رکھا۔

"اور جو کوئی اس نہر سے نہ پیے گا' سوائے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پینے کے' وہ بے شک مجھ میں سے ہے۔"

اس نے آخری ڈونگا ٹیبل کے آخری سرے پہ رکھا' اور واپس اپنی کرسی پہ آئی۔

"تو سوائے چند ایک کے انہوں نے اس (نہر میں) سے پی لیا۔"

سب سویٹ ڈش شروع کر چکے تھے۔ شیشے کے پیالوں اور چمچوں کے ٹکرانے کی آوازیں وقفے وقفے سے آ رہی تھیں' ان آوازوں کے درمیان وہ مدھم مہربان آواز بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی' اور وہ تو ابھی تک دور کہیں اس آواز میں کھوئی تھی۔

"تو سوائے چند ایک کے' انہوں نے اس میں سے پی لیا۔"

اس نے پیالہ آگے کیا' اور تھوڑی سی کھیر اپنے پیالے میں ڈالی۔

"تو سوائے چند ایک کے' انہوں نے اس میں سے پی لیا۔"

وہ اب آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے چمچ لے رہی تھی۔

"تو تمہیں کب تک جانا ہو گا محمل؟"

آغا جان نے پوچھا تو یکدم پھر سے ہال میں سناٹا چھایا۔ چمچوں کی آواز رک گئی۔ بہت سی گردنیں اس کی طرف مڑیں۔ اس نے سر اٹھایا۔ سب اس کی طرف متوجہ تھے۔

"اگست کے اینڈ تک۔"

"یعنی تم ستمبر سے پہلے تک نہیں ہو گی۔"

"نہیں!"

"کیا مطلب؟" آغا جان چونکے۔

"میں نہیں جا رہی۔" اس نے چمچ واپس پیالے میں رکھا اور نیپکن سے لب صاف کیے۔

"کیا مطلب؟"

"تم اتنا بڑا اسکالرشپ چھوڑ دو گی؟" قضہ چچی نے تحیر سے کہا تھا۔

"میں چھوڑ چکی ہوں۔"

"مگر۔ مگر کیوں؟"

وہ نیپکن ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیونکہ ہر جگہ رکنے کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر میں نے اس نہر سے پانی پی لیا تو میں ساری عمر اسی پہ بیٹھی رہ جاؤں گی' اور طالوت کا لشکر دور نکل جائے گا۔ بعض حلال چیزیں کسی خاص وقت میں حرام ہو جاتی ہیں' اگر اس وقت آپ اپنے نفس کو ترجیح دیں' تو خیر کا کام کرنے والے لوگ دور نکل جاتے ہیں۔ میں نہر پہ ساری عمر بیٹھی نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے وہ داؤد بننا ہے جو جالوت کو مار سکے۔"

وہ سوچ کر رہ گئی' اور کہا تو بس اتنا۔

"مجھے ابھی قرآن پڑھنا ہے۔" اور تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

شام کی ٹھنڈی ہوا اپنی لے پہ بہہ رہی تھی۔ وہ چائے کا کپ لیے ٹیرس پہ کرسی ڈالے دور آسمان کو دیکھ رہی تھی جہاں شام کے پرندے اپنے گھروں کو اڑتے جا رہے تھے۔

ٹیرس سے سامنے والوں کا گھر نظر آتا تھا۔ ان ہی بریگیڈیئر صاحب کا گھر جن کی قرآن خوانی ایک روز اس نے دیکھی تھی۔ قرآن کو بھی پتا نہیں ہم لوگوں نے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

اس نے کسی خیال کے تحت کپ سائیڈ پہ رکھا اور اٹھی۔ ابھی مڑی ہی تھی کہ سامنے فواد کا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

وہ اندر کھلنے والے دروازے میں کھڑا تھا' سینے پہ ہاتھ باندھے' لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے کترائی پھر رہی ہو۔ حالانکہ تم جانتی ہو' میرا قصور نہیں ہے۔" وہ چپ رہی۔

"کل دوپہر تین بجے میں اسٹاپ پہ تمہارا انتظار کروں گا' مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ آئی ہوپ کہ تم ضرور میری بات سننے آؤ گی۔" وہ کہہ کر ایک طرف ہو گیا۔ محمل کا رستہ کھل گیا۔ وہ بنا اسے دیکھے تیزی سے دہلیز پار کر گئی۔

ایک قسم تھی جو اس نے کھائی تھی' وہ اسے توڑ نہیں سکتی تھی' اور اس لمحے' سیڑھیاں اترتے اسے محسوس ہوا کہ شاید وہ اس قسم کے بوجھ سے اب نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب اس سے وہ قسم نبھائی نہیں جا رہی۔ بس اگر ایک دفعہ وہ فواد سے باہر مل لے تو کیا ہو جائے گا؟ بس ایک دفعہ۔ کل دوپہر تین بجے۔ نہیں میں قسم نہیں توڑوں گی اس نے گھبرا کر سر جھٹکا۔ اس کے اندر کی سوچیں اس وحشت زدہ کرنے لگی تھیں۔ پھر اسے یاد آیا' وہ ٹیرس سے بھلا کیوں نیچے آنے لگی تھی؟ اور ہاں وہ قرآن خوانی والا گھر وہ کچھ سوچ کر گھر سے باہر آئی۔

ساتھ والا بنگلہ بیلوں سے ڈھکا خوب صورت بنگلہ تھا' اس نے گیٹ کے ساتھ نصب بیل پہ ہاتھ رکھا' دوپٹہ شال کی طرح کندھوں کے گرد لپیٹے' اونچی کسی ہوئی پونی ٹیل ادھر ادھر جھلاتی وہ ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور پھر گیٹ کھلا۔ اسی ملازم کی شکل سامنے آئی۔

"جی؟"

"بریگیڈیر صاحب گھر پہ ہیں؟"

"نہیں' پر آپ کون؟"

"میں محمل ابراہیم ہوں' ساتھ والے گھر میں رہتی ہوں' آغا ہاؤس میں۔ یہ کچھ پمفلٹس ہیں' بریگیڈیر صاحب کو دے دینا' وہ پڑھ کر مجھے واپس کر دیں' میں ان سے واپس لینے ضرور آؤں گی۔ یہ ذمہ داری میں تمہیں دے رہی ہوں' اور ذمہ داری امانت ہوتی ہے۔ اگر امانت میں خیانت کی تو پل صراط پار نہیں کر سکو گے۔ سمجھے؟"

چند پمفلٹس اور کارڈز اسے تھما کر اس نے تنبیہہ کی تو ملازم نے گھبرا کر "جی اچھا جی" کہہ کر سر اندر کر لیا۔

☆ ☆ ☆

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

وہ شام، وہ رات اور وہ اگلی صبح بہت کٹھن تھی۔ وہ لمحے بھر کو بھی سو نہ سکی تھی۔ ساری رات بستر پہ کروٹیں بدلتے گزری۔ مستقبل بہت سے اندیشوں کی دھند میں لپٹا نظر آتا تھا۔ وہ کیا کرے کس سے مشورہ کرے، کس سے پوچھے؟

اور جواب تو اسے سوچنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جب صبح کے قریب اس نے قسم توڑنے کا سوچا تو بستر سے نکلی اور معاملہ اللہ پر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

کل ان کی کلاس میں سورۃ بقرہ ختم ہوئی تھی، اور آج آل عمران شروع ہونا تھی۔ غالباً" پہلی گیارہ آیات پڑھنی تھیں۔ اسے پکا یقین تھا کہ کوئی حل آج کے سبق میں موجود ہوگا۔ سو اس نے آج کی آیات کھولیں۔

پھر ان تمام آیات کو اس نے دو تین دفعہ پڑھا۔ دل میں عجیب سی بے چینی پیدا ہوئی۔ وہاں کوئی ذکر نہ تھا۔ نہ قسم کا، نہ قسم توڑنے کے کفارہ کا۔

"کفارہ؟" وہ چونکی۔ "تو کیا میں قسم توڑنا چاہتی ہوں؟"

"ہاں!" دل نے واضح جواب دیا تو اس نے خود سے نگاہیں چرا کر مصحف بند کیا اور اوپر رکھ دیا۔

فرشتے ایک فائل پہ سرسری نگاہ ڈالتے کاریڈور میں سے گزر رہی تھی جب وہ پھولی سانس کے "تقریباً" دوڑتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔

"فرشتے! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے؟"

فائل کا صفحے کے کنارہ فرشتے کی انگلیوں کے درمیان تھا، اس نے سر اٹھایا۔

"السلام علیکم! کیا بات ہے؟"

"وعلیکم السلام۔" وہ پھولی سانسوں کے درمیان تیز تیز بول رہی تھی۔ "وہ ایک فتویٰ لینا ہے۔"

"میں مفتی نہیں ہوں۔"

"مگر۔۔۔ بس ایک فقہی مسئلہ ہے۔"

"ضرور پوچھنا، مگر آج کی تفسیر سن لو، اس میں ہے تمہارا مسئلہ۔" محمل کو جھٹکا لگا۔

"آپ کو میرے مسئلے کا پتہ ہے؟"

"ارے نہیں، مجھے تو آج کی آیات کا بھی نہیں پتہ، میڈم مصباح لیتی ہیں نا آج کل آپ کی کلاسز؟"

"پھر آپ کو کیسے پتہ کہ......"

"کیونکہ یہی ہمیشہ ہوتا ہے۔ تفسیر کا ویٹ کرلو، تمہارا مسئلہ کلیر کٹ لفظوں میں آجائے گا۔" اس نے فائل کا صفحہ پلٹا اور سرسری سا اوپر نیچے دیکھنے لگی۔

"مگر میں نے آج کی آیات پڑھ لی ہیں، ان میں میرا مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے۔"

"صبر لڑکی! علم صبر کے ساتھ آتا ہے، تفسیر کے بعد پوچھ لینا مگر اس کی یقیناً" نوبت نہیں آئے گی۔" وہ ہلکا سا اس کا گال تھپتھپا کر فائل دیکھتی آگے بڑھ گئی۔ محمل نے اپنے گال کو چھوا، پھر سر جھٹک کر کاریڈور میں آگے بھاگ گئی۔

یہ کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ جو سوچے، وہ قرآن میں لکھا ہوا نہ آئے۔ لوگ اس کی بات نہیں سنتے تھے۔ سنتے تھے تو توجہ نہیں کرتے، اگر توجہ بھی کرتے تو سمجھتے نہیں، اور ایک قرآن تھا، اسے کہنا بھی نہ پڑتا اور وہ دل کی بات دھیان سے سنتا، توجہ کرتا، سمجھتا، اور پھر دانائی اور حکمت سے اسے سمجھاتا تھا، اور اس جیسا کوئی نہ سمجھاتا تھا۔

مگر اسے لگا آج کی آیات میں ایسی کوئی بات نہ تھی جو اس سے متعلق ہو۔

بہت بے دلی اور رنج سے اس نے سیپارہ کھولا۔ وہ سفید چادر پہ دوزانو ہو کر بیٹھی تھی، سامنے ڈیسک پہ سیپارہ کھلا پڑا تھا، ایک طرف رجسٹر تھا جس پہ جھکی وہ تیز تیز لکھ رہی تھی۔

اب میڈم مصباح محکم آیات اور متشابہ آیات کا مطلب سمجھا رہی تھیں۔

محکمات وہ آیات تھیں جن کا مطلب ہم سمجھ سکتے ہیں، مثلاً" احکامات، اس دنیا کی باتیں، دنیا کے کسی باغ کی مثال، تاریخی واقعات اور متشابہات وہ آیات تھیں جو ہم تصور نہیں کرسکتے، مگر ان پہ ایمان بالغیب لانا ضروری ہے مثلاً" جنت، دوزخ، اللہ کا ہاتھ، فرشتوں کی ہیئت۔ مشابہات کے پیچھے نہیں پڑنا

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

چاہیے۔اور جو پڑے 'اس سے دور رہنا چاہیے۔
میڈم مصباح یہی سمجھا رہی تھیں۔ ست روی سے تمام پوائنٹس رجسٹر پہ لکھ رہی تھی۔

"متشابہات پہ ایمان بالغیب ایسا ہونا چاہیے جیسے ..." میڈم کی آواز ہال میں گونج رہی تھی "جیسے اگلی آیات میں ذکر ہے کہ راسخون فی العلم ان پہ ایمان لاتے ہیں۔اب یہ راسخون فی العلم کون ہوتے ہیں؟ ایک ہوتا ہے طالب علم 'ایک صاحب علم اور اس سے بڑا درجہ راسخ علم والے کو ہوتا ہے۔یہ کون لوگ ہوتے ہیں؟ ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ راسخون فی العلم کون ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"وہ جو قسم پوری کرتے ہیں۔"

محمل کے ہاتھ سے پین گر پڑا۔سیاہی کے چند چھینٹے چادر کو بھگو گئے۔

میڈم آگے بھی کہہ رہی تھیں "جن کے دل مستقیم ہوں۔"

مگر وہ یک ٹک پھٹی پھٹی نگاہوں سے سیپارے پہ لکھے "راسخون فی العلم" کے الفاظ کو دیکھے جا رہی تھی۔ایک ہی تکرار اس کے کانوں میں بار بار گونج رہی تھی۔

"وہ جو قسم پوری کرتے ہیں۔"

وہ بس سکتہ کی کیفیت میں سیپارے کو دیکھ رہی تھی۔

"راسخون فی العلم۔" سیپارے کے الفاظ دھندلا گئے۔اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے۔

صدیوں پہلے عرب کے صحراؤں میں کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ پختہ علم والے کون ہوتے ہیں۔اور تب انہوں نے بتایا تھا کہ وہ جو قسم پوری کرتے ہیں۔اسے لگا صدیوں پہلے کی کہی گئی بات کسی اور کے لیے نہیں 'صرف اس کے لیے تھی۔وہ انگلیوں کے پوروں سے ان تین الفاظ کو بار بار چھو رہی تھی 'انہیں محسوس کر رہی تھی۔ آنسو اس کے گالوں سے لڑھک کر گردن پہ پھسل رہے تھے۔

"ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔" اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ قسم کھانا ناپسندیدہ تھا 'لیکن اب وہ اسے ہمیشہ نبھانی تھی۔اور جانتی تھی کہ یہی اس کے لیے بہتر تھا۔

اس روز وہ تین بجے سے پہلے ہی گھر آگئی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ صبح بہت زرد سی طلوع ہوئی تھی۔ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ آج اس نے اونچی پونی کے بجائے سادہ سی چوٹی بنائی تھی۔شفاف چہرے پہ ذرا سی پژمردگی چھائی تھی۔ وہ چند لمحے خود کو دیکھتی رہی 'پھر سیاہ چادر سر پہ رکھی 'اور تھوڑی تک لپیٹ کر بکل دوسرے کندھے پہ ڈالی۔ آج اسے گواہی دینی تھی۔ فواد کے خلاف یا اپنے خلاف۔

لاؤنج میں تینوں چچا انتظار کر رہے تھے۔ کلف لگے سفید شلوار قمیص میں آغا جان کمر پہ ہاتھ باندھے ادھر ادھر بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔اسے راہداری سے آتے دیکھا تو رک گئے۔

"چلیں۔" وہ سپاٹ چہرہ لیے ان کو دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھی اور اسے کھول کر باہر نکلی۔وہ سب اکٹھے باہر نکلے۔

گیٹ کھلا یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیاں پورچ سے باہر سڑک پہ رواں دواں تھیں۔اس اونچے گھر کی بہت سی کھڑکیوں میں بہت سی عورتیں ان کو جاتے دیکھ رہی تھیں۔ گاڑیاں گم ہو گئیں تو لڑکیوں نے پردے چھوڑ دیے۔

زرد سی راہداری میں وہ سمٹی سمٹائی 'نگاہیں نیچی کیے آغا جان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ادھر ادھر پولیس والے 'وکلاء اور کتنے ہی لوگ گزر رہے تھے۔ بہت وحشت ناک سی جگہ تھی وہ۔اس سے سر نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ بس لمحے بھر کو اس نے چہرہ اوپر کیا تو کاریڈور کے اختتام پہ وہ کھڑا تھا 'اپنے کسی سپاہی کو اکھڑتے تیور لیے غصے سے کچھ کہتا 'یونیفارم میں ملبوس '

سر پہ کیپ۔وہ بہت وجیہہ تھا۔اور زندگی میں پہلی دفعہ محمل کو اس پہ غصہ نہیں آیا تھا۔اسے ان تمام لوگوں میں ایک وہی اپنا ہمدرد لگا تھا۔

اس نے نگاہیں جھکا لیں۔ کاریڈور کے موڑ کے قریب ہی تھی جب ہمایوں کی نگاہ اس پہ پڑی اور وہ ٹھہر گیا۔ آغا کریم کے بائیں کندھے کے پیچھے چھپی ہوئی 'گردن جھکائے آئی 'سیاہ چادر میں لپٹی لڑکی جس کے چہرے پہ زمانوں کی تھکن رقم تھی۔اس نے سر نہیں اٹھایا۔وہ اسے دیکھتا رہا 'یہاں تک کہ وہ اس کے قریب سے سر جھکائے گزر گئی۔

ہاں آغا کریم نے ایک متنفر نگاہ اس پہ ضرور ڈالی تھی۔

وہ اب گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔شاید وہ اس کی آنکھیں دیکھنا چاہتا تھا۔انہیں پڑھنا چاہتا تھا۔ کاریڈور کے درمیان میں یکدم اس کالی چادر والی لڑکی نے گردن پیچھے کو موڑی۔ دونوں کی نگاہیں لمحے بھر کو ملیں 'اسے محمل کی آنکھوں میں زمانوں کی تھکن دکھی تھی۔پھر اس نے چہرہ موڑ لیا اور اسی طرح سر جھکائے اپنے چچاؤں کے نرغے میں آگے چلتی گئی۔

کمرۂ عدالت میں وہ قطار کی بائیں نشست پر سب سے پیچھے بیٹھی تھی۔ آغا جان اس کے دائیں طرف تھے۔اس کے بائیں جانب کچھ نہ تھا 'قطار خالی تھی۔ وہ سر جھکائے ساری کارروائی سنتی رہی۔اس سے نظر تک نہ اٹھائی جاتی تھی۔یوں جیسے ہر کوئی اسے ہی دیکھ رہا ہو۔

اور پھر ایک ساعت کو جیسے ہی اس نے سر اٹھایا۔وہ دوسرے اسٹینڈ میں بیٹھا گردن ترچھی کیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ہمایوں کی نگاہوں میں سوال تھے۔ چبھتے ہوئے 'پریشان کن سوال۔اس سے زیادہ دیر دیکھا نہ گیا۔وہ گردن موڑ کر آغا جان کو دیکھنے لگی جو لب بھینچے وکلاء کے دلائل سن رہے تھے۔ نگاہوں کے ارتکاز پہ چونک کر محمل کو دیکھا۔

"کیا؟" وہ جس طرح انہیں دیکھ رہی تھی 'وہ ذرا سے الجھے۔

"جائیداد میں میرا حصہ مجھے مل جائے گا؟" اس نے سرگوشی کی 'نگاہیں ان پر سے ہٹائے بغیر۔

"ہاں کیوں نہیں؟"

"یہی اگر میں پوچھتی کہ کیوں نہیں تو؟"

"کیا مطلب؟"

"میں ابھی جا کر ہمایوں داؤد کے خلاف بیان دوں تو 'کیا گارنٹی ہے کہ آپ مکر نہیں جائیں گے؟"

"تمہیں مجھ پہ شک ہے؟"

"اگر ہے تو؟"

آغا جان کے ماتھے پہ غصے کی لکیر ابھری جسے وہ ضبط کر گئے۔ "تم اب کیا چاہتی ہو؟"

"یہ!" اس نے کالی چادر میں سے بیگ نکالا 'زپ کھولی اور ایک کاغذ اور پین نکال کر ان کی طرف بڑھائے۔

"میری صرف فیکٹری میں شیئرز کی قیمت نو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ باقی کا حساب میں ابھی نہیں مانگ رہی۔ یہ آپ کی چیک بک کا چیک ہے رقم میں نے بھر دی ہے 'اسے سائن کر دیں۔" اس نے پین ان کے سامنے کیا 'وہ کبھی اس کو دیکھتے 'کبھی پین کو۔

"آغا جان! محمل بکی نہیں ہے۔ آپ مجھ سے میری آخرت خرید رہے ہیں۔ اگر میں نے جھوٹی گواہی دی 'تو میں پل صراط پار کرنے سے پہلے ہی گر جاؤں گی۔ اگر گرنا ہے تو کچھ ورتھ تو ہونا چاہیے نا 'آپ یہ سائن کریں۔ میں ابھی جا کر جھوٹی گواہی دیتی ہوں۔"

اس نے پین اور چیک ان کے ہاتھ پہ رکھا۔

"اس ہال میں کوئی میرے اشارے کا منتظر ہے 'میں یہ چیک سائن کروا کر ابھی اس کو بینک بھیجتی ہوں جیسے ہی چیک کیش ہو گا 'وہ مجھے سگنل کرے گا 'تب میں گواہی دے دوں گی 'ورنہ نہیں۔"

انہوں نے چیک کو ایک نظر دیکھا۔اور پھر پین کو۔

دوسری طرف محمل کا نام پکارا گیا۔وہ انہیں متنبہ نگاہوں سے دیکھتی اٹھی اور سر اٹھائے پورے اعتماد

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سے کٹہرے کی طرف بڑھی۔
آغا کریم کبھی چیک کو دیکھتے اور کبھی اسے، جو کٹہرے میں کھڑی تھی اور اس کے سامنے غلاف میں لپٹا قرآن لایا گیا تھا، وہ نگاہیں ان پہ جمائے، پلک جھپکے بغیر قرآن پہ ہاتھ رکھ کر چند فقرے دہرا رہی تھی۔
انہوں نے آخری بار چیک کو دیکھا، اور پھر طیش میں آکر اسے مروڑ کر دو ٹکڑے کیے۔
محمل تلخی سے مسکرائی، سر جھٹکا اور وکیل کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

فواد کی ضمانت منسوخ ہو گئی، اس کے خلاف ثبوت بہت سے تھے۔ وہ واپس جیل بھیج دیا گیا۔
واپسی کا سفر بہت خاموشی سے کٹا۔ وہ آغا جان کی لینڈ کروزر کی پچھلی سیٹ پہ بہت خاموشی سے سارا راستہ باہر دیکھتی آئی تھی۔ جب کار پورچ میں رکی تو وہ سب سے پہلے اتری۔
لان میں بہت سی عورتیں تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھیں۔
"کیا ہوا؟" وہ کسی کو دیکھے بغیر تیزی سے اندر چلی گئی۔
"اس احسان فراموش لڑکی نے فواد کے خلاف گواہی دے دی۔"
"ذلیل نہ ہو تو۔"
"مگر فکر کی بات نہیں ہے، وہ جلد ہی باہر آجائے گا، کیس اتنا مضبوط نہیں ہے۔"
غفران چچا اور اسد چچا انہیں تسلی دینے لگے، مگر تائی مہتاب کا چہرہ سفید پڑتا گیا۔
"ہائے میرا فواد۔" وہ سینے پہ دوہتڑ مار کر اونچا اونچا رونے لگیں، روتے روتے وہ لڑھکنے کو تھیں کہ فضہ اور ناعمہ نے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔ پل بھر میں لان میں کہرام مچ گیا تھا۔ اپنے کمرے میں پردے کو ہاتھ میں پکڑ کر ذرا سی جھری سے دیکھتی وہ پُرسکون کھڑی تھی۔ کالی چادر سر سے پھسل کر پیچھے گردن پہ پڑے بالوں پہ پھسل گئی تھی۔ بھورے بال چہرے کے اطراف میں گرے تھے۔ وہ کانچ سی سنہری آنکھیں سکیڑے پُرسوچ نگاہوں سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ ستون سے ٹیک لگائے ننگے پاؤں گھاس پہ رکھے بیٹھی تھی۔ جوتے ساتھ اترے پڑے تھے۔ سفید شلوار قمیص اور سر پہ گلابی اسکارف کس کر باندھے وہ گردن جھکائے دونوں ہاتھوں میں چھوٹا قرآن لیے پڑھ رہی تھی۔ چھٹی ہو چکی تھی اور لڑکیاں ادھر ادھر گزرتی باہر جا رہی تھیں۔ اسے سورۃ کہف پڑھنی تھی۔ آج جمعہ تھا۔
"السلام علیکم۔" سارہ آہستہ سے آئی اور اس کے ساتھ پاؤں لٹکا کر سیڑھی پہ بیٹھی۔
اس نے صفحے کا کنارہ پکڑے سر کے اثبات سے جواب دیا اور صفحہ پلٹا۔
ربیعہ اپنی گود میں رکھی اسائنمنٹ حل کرنے لگی۔ گیٹ کے قریب فرشتے کھڑی ایک لڑکی سے بات کر رہی تھی۔ وہ لڑکی منمناتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی، مگر فرشتے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ اس کا ازلی پُراعتماد، مضبوط اور دو ٹوک مگر نرم انداز۔
"کیا کر رہی ہو سارہ؟"
"فرشتے باجی کی اسائنمنٹ کر رہی ہوں، فرشتے باجی نے دی ہے۔" الجھ کر سر اٹھایا۔ "یہ دین اور مذہب میں کیا فرق ہوتا ہے؟"
"دین ریلیجن کو کہتے ہیں، جیسے اسلام اور مذہب کسی بھی دین کے کسی اسکول آف تھاٹ کو کہتے ہیں۔ مسلک کسی مذہب کے اندر کسی طریقے کا نام ہوتا ہے، مثلاً" فقہی مسالک جیسا کہ شافعی، حنفی وغیرہ۔ آئی سمجھ؟"
"ہوں۔ تمہارا فہم اچھا ہے محمل!"
"فرشتے نے سمجھایا تھا اس دن۔" اس نے ذرا سی گردن موڑی۔ فرشتے اسی طرح اس سے بات کر رہی تھی۔ سارہ بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اسے دیکھنے لگی۔

"فرشتے کی آئیز (آنکھیں) مجھے بہت پسند ہیں۔" محمل کے لبوں سے پھسلا۔
"ہاں، بہت مشابہت ہے، آئی نو۔" وہ بری طرح چونکی۔
"مشابہت؟" وہ ایک دم بہت پُرجوش ہو کر اس کی طرف پوری مڑی۔ "مشابہت ہے نا سارہ! مجھے ہمیشہ فرشتے کی آنکھیں دیکھ کر لگا ہے کہ یہ کسی سے بہت ملتی ہیں۔ تمہیں پتا ہے کس سے ملتی ہیں؟"
"تو تمہیں نہیں پتہ؟" ربیعہ حیران ہوئی۔
"کیا ان کے کزن سے؟"
"کزن کون؟"
"چھوڑو، تم بتاؤ، کس سے ملتی ہیں؟"
ربیعہ کچھ دیر حیرت سے اسے دیکھتی رہی، پھر ہنس پڑی۔
"تم سے ملتی ہیں محمل۔ بالکل تمہارے جیسی ہیں۔ کیا تم آئینہ نہیں دیکھتیں؟"
"مجھ سے؟" محمل ساکت رہ گئی۔ اپنا چہرہ ہر وقت نگاہوں کے سامنے نہیں رہتا، شاید اس [illegible] عرصے میں اندازہ نہ کر سکی۔
اس لڑکی کی کسی بات پہ فرشتے ذرا سی مسکرائی۔ اس کی آنکھیں مسکراتے ہوئے کناروں سے ذرا سی چھوٹی ہو گئیں۔ بالکل اس کی اپنی طرح۔ ہو بہو۔ وہ پلک جھپکے بنا اسے دیکھے گئی۔

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، گھٹنوں پہ کتاب رکھے سوچ میں گم تھی۔ بھورے بال کھلے شانوں پہ گرے تھے۔ مسرت اندر داخل ہوئیں تو وہ اسی طرح خلا میں گھور رہی تھی۔ آہٹ پہ چونکی۔
"اماں ... بات سنیں۔"
"ہاں بولو۔" مسرت الماری کھول کر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔
"آپ ماموں لوگوں سے پھر کبھی نہیں ملیں؟"
"نہیں۔" ان کے ہاتھ لمحے بھر کو تھمے، پھر دوبارہ کپڑے الٹ پلٹ کرنے لگے۔
"ماموں کی ایک ہی بیٹی ہے نا؟"
"ہاں شاید۔"
"اس کا نام کیا ہے۔"
"پتہ نہیں، وہ میری شادی کے بعد ہوئی تھی۔" وہ مطلوبہ کپڑا نکال کر کھلے دروازے سے باہر چلی گئیں۔
اور یہ تو وہ جانتی تھی کہ اماں شادی کے بعد ماموں سے کبھی نہیں ملیں۔ نہ ہی وہ خود کبھی ان سے ملی تھی۔ اس نے تو ان کو دیکھا تک نہ تھا، اماں اور ابا کی پسند کی شادی تھی۔ اور اماں کے خاندان والوں نے پھر کبھی کوئی رابطہ نہ رکھا تھا۔ آج فرشتے کی آنکھیں دیکھ کر اسے یونہی کچھ لگا تھا کہ شاید۔ مگر خیر...
"ہم نے فیصلہ کر دیا ہے۔" باہر تائی کے زور سے بولنے کی آواز پہ یکدم اس کا دل دھڑکا۔ وہ کتاب بند کیے لحاف اتار کر تیزی سے ننگے پاؤں باہر آئی۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔
آغا جان اور مہتاب تائی بڑے صوفے پہ [illegible] بھر [illegible] اندر ہی بیٹھے تھے اور مسرت ان کے سامنے [illegible] سی کھڑی تھیں۔ دروازہ کھلنے کی آواز پہ مسرت نے اسے دیکھا۔ [illegible] آنکھوں میں آنسو۔
"اپنی بیٹی کو بھی بتا دو نا۔" تائی نے ایک تفاخر بھری نگاہ اس پہ ڈالی "ہم اس کو بہو بنا رہے ہیں، ہمارا احسان ساری زندگی بھی تم دونوں چاہو تو نہیں اتار سکتیں۔"
وہ جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی۔ تو کیا فواد واقعی جیل سے باہر آجائے گا؟
"مگر بھابھی ..." مسرت کی آنسوؤں میں ڈوبی آواز آئی۔ "محمل ... محمل کبھی نہیں مانے گی وسیم کے لیے۔"
"وسیم؟" وہ جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہٹی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اور یہ چند روز پرانی ہی تو بات تھی جب فریدہ پھوپھو نے گھر آکر خوب مزے لے لے کر وسیم کے چند "آنکھوں دیکھے قصے" سنائے تھے۔ فریدہ پھوپھو محمل کے ابا کی کزن تھیں اور ہر خبر سارے خاندان میں سب سے پہلے ان کے پاس پہنچتی تھی۔ گھر میں تو چلو ان کو تائی نے چپ کرادیا، مگر ہفتے بعد ہی ایک شادی کی تقریب میں انہوں نے وہی قصے چھیڑ دیے، ابھی فواد کی گرفتاری کے چرچے پرانے نہیں ہوئے تھے کہ خاندان والوں کے ہاتھ ایک اور شوشہ لگ گیا۔

پوری تقریب گویا اکھاڑہ بن گئی۔ تائی مہتاب ان عورتوں کو جتنا لعن طعن کرسکتی تھیں کیا، مگر وہ اکیلی تھیں اور مقابل پورا جتھا تھا۔ معنی خیز نگاہیں اور طنزیہ انداز۔

"برا نہ ماننا مہتاب بھابھی! مگر وسیم کو میرے سمیع نے ہی نشے کی حالت میں رات کے دو بجے سڑک سے اٹھا کر تمہارے گھر پہنچایا تھا۔"

"ہاں تو سمیع خود اس وقت ادھر کیا کر رہا تھا؟" تائی ہاتھ نچاتے ہوئے غصے سے بے قابو ہو کر بولی تھیں۔

وسیم کی بات بچپن سے آغا جان کے چچازاد آغا سکندر کی بیٹی کے ساتھ طے تھی۔ کچھ عرصے سے آغا سکندر کی فیملی کھنچی کھنچی سی رہنے لگی تھی اور جب یہ باتیں منظرعام پہ آئیں تو انہوں نے فون پہ ہی دوٹوک رشتہ ختم کردیا۔

"گزرے برسوں کی ایک نادانی تھی، وہ مہتاب بھابھی! بھلا کس طرح ہم اپنی بیٹی کو اس لڑکے سے بیاہ دیں جسے پورے خاندان میں کوئی رشتہ دینے کو تیار نہیں؟"

"اور میں بھی آپ کو خاندان کی سب سے خوب صورت لڑکی وسیم کی دلہن بنا کر دکھاؤں گی۔" تائی نے بھی کھولتے ہوئے فون پٹخا تھا۔

محمل کو قابو کرنے، اس کی جائیداد حاصل کرنے اور وسیم کو بیاہ کر خاندان میں گردن اونچی کرنے کا بہترین حل تائی کو نظر آہی گیا تھا۔ انہوں نے ایک تیر سے تین شکار کرلیے تھے۔

☆ ☆ ☆

وہ سر جھکائے تیز تیز سڑک کے کنارے چلتی جارہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ لمبے سیدھے بھورے بال شانوں پہ پھیل کر کمر پہ گر رہے تھے، کہاں، کدھر، اسے کچھ پتا نہ تھا۔

زندگی اس کے ساتھ یوں بھی کرسکتی ہے، اس نے تو سوچا بھی نہ تھا، ایک تنگ پھندا تھا جو اسے اپنی گردن کے گرد کستا محسوس ہو رہا تھا۔

اداس درختوں کی گھنی باڑ آج بھی ویسے ہی کھڑی تھی۔ شام کے پرندے شاخوں پہ لوٹ آئے تھے۔ وہ راستہ جانا پہچانا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی، جب اس کی سماعتوں نے وہ آواز سنی۔

"محمل ــــ رکو۔"

مگر وہ نہیں رکی، اسے رکنا نہیں تھا، وہ رکنے والا راستہ تھا بھی نہیں۔

"محمل!" وہ تیز دوڑتا اس کے ساتھ آملا۔ "بات تو سنو۔"

پھولی سانسوں سے اس کے بائیں طرف اس کی رفتار سے بمشکل مل پاتا وہ ہمایوں تھا، ٹریک سوٹ میں ملبوس، وہ شاید جاگنگ سے آرہا تھا۔

"کیا ہوا ہے محمل؟ مجھے بھی نہیں بتاؤ گی؟"

اس کے قدم تھمے، بہت آہستہ سے اس نے گردن اٹھائی، بھیگی سنہری آنکھوں سے آنسو مسلسل گر رہے تھے۔

"میرا اور آپ کا کیا رشتہ ہے جو میں آپ کو بتاؤں؟"

"کیا انسانیت کا رشتہ کچھ نہیں ہوتا؟"

"کچھ نہیں ہوتا۔" وہ تیزی سے چلنے لگی تھی۔

"مگر ہوا کیا ہے؟"

"میری تائی نے میرا رشتہ اپنے آوارہ بیٹے سے طے کردیا ہے۔"

"تو تم رو کیوں رہی ہو؟"

"پھر کیا خوشی مناؤں؟" وہ پوری اس کی طرف

گھومی۔ غصہ بہت شدت سے ابلا تھا۔ یہی شخص تھا اس کی ہر مشکل کا ذمہ دار۔

"ٹھیک ہے، تم صاف انکار کردو۔ کچھ اور کرلو، لیکن اگر یوں اپنے آپ پہ ظلم سہتے روتی رہو گی تو گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گی۔" اس نے بھیگی آنکھوں سے ہمایوں کا چہرہ دیکھا، مغرور، مگر فکرمند چہرہ۔

"میں مروں یا جیوں، آپ کو کیا فرق پڑتا ہے؟"

اس کے انداز پہ وہ چند لمحے لب بھینچے خاموش کھڑا رہا، پھر گہری سانس اندر کو کھینچی۔ "ہاں، مجھے نہیں فرق پڑتا۔" اور واپس پلٹ گیا۔

"ہونہہ!" محمل نے استہزائیہ سر جھٹکا۔ "آپ وہ ہی ہیں نا، بیچ راہ میں چھوڑ دینے والے۔" وہ جیسے چونک کر پلٹا۔

اسی پل ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا تھا۔ اس کے بھیگے چہرے کے اطراف میں گرے بال پیچھے کو اڑنے لگے تھے۔

"اور آپ کو پتا ہے ہمایوں! اسی لیے آپ سے میں نے کبھی امید ہی نہیں لگائی تھی، پھر کیا میں نہ روؤں۔" وہ کہہ کر واپس پلٹ گئی، ہوا بھی پلٹ گئی، شام کے پرندے بھی پلٹ گئے۔

وہ ساکت سا تارکول کی ویران سڑک پہ کھڑا رہ گیا۔ درختوں کی باڑ اب بھی اداسی سے سر جھکائے کھڑی تھی

☆ ☆ ☆

اس نے اسٹاف روم کے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی۔ چند لمحے منتظر سی کھڑی رہی، پھر جواب نہ پاکر اندر جھانکا۔ اسٹاف روم خالی تھا۔

وہ کتابیں سینے سے لگائے متذبذب سی واپس پلٹ گئی۔ اسی پل سامنے سے ایک گروپ انچارج آتی دکھائی دی۔

"السلام علیکم، باجی میم فرشتے کدھر ہیں؟"

"فرشتے باجی ہاسٹل میں لائبریری میں ہوں گی، ان کو کچھ کام تھا، اسی لیے وہ آج آنہیں سکیں۔"

"اچھا۔" وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے لگی۔

لائبریری کا گلاس ڈور کھلا تھا۔ اس نے قدرے جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا۔

کتابوں کے اونچے ریکس، اور دیوار گیر فرنچ ونڈوز لائبریری کا مخصوص خاموش ماحول۔

"فرشتے؟" اس نے ہولے سے پکارا۔ خاموش لائبریری کا تقدس زخمی ہوا تو وہ گڑبڑا کر چپ ہوگئی۔

"ادھر۔" لائبریرین کسی کونے سے نکل کر آئی اور ایک طرف اشارہ کیا، وہ شرمندہ سی ادھر لپکی۔

چند ریکس سے گزر کر اس نے دوسری طرف جھانکا۔

وہ کتاب اٹھائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی، ہلکے گلابی شلوار قمیص پہ گرے دوپٹہ شانوں کے گرد لپیٹے، فرشتے کی اس کی طرف پشت تھی، محمل کو اس کی کمر پہ گرتے سیدھے بھورے بال دکھائی دیے تھے۔

وہ ذرا سی حیران ہوئی تھی۔ اس نے ہمیشہ حجاب میں ملبوس فرشتے کو دیکھا تھا۔ سر ڈھکے بغیر تو وہ قطعاً "مکمل" لگ رہی تھی۔

"فرشتے؟" وہ جیسے چونک کر مڑی، اسے دیکھا تو مسکرادی۔ "ارے ماشاء اللہ، آج تو لوگ لائبریری آئے ہیں۔"

"مگر صرف آپ سے ملنے۔"

"بیٹھو۔" وہ کھڑکی سے لگی کرسی پہ آبیٹھی، جس کے سامنے میز تھی۔ میز کے اس طرف ایک خالی کرسی رکھی تھی۔ وہ محمل نے سنبھال لی اور کتابیں میز پہ رکھ دیں۔

"مجھے ہمایوں نے کچھ بتایا تھا۔" وہ کہنے لگی تو محمل خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

لمبے سیدھے بھورے بال جو اس نے کانوں کے پیچھے کر رکھے تھے۔ دمکتی رنگت والا چہرہ اور کانچ سی سنہری آنکھیں، اس کے نقش مختلف تھے، مگر آنکھیں اور بال یوں تھے جیسے وہ آئینہ دیکھ رہی ہو۔

"تو تمہارا رشتہ انہوں نے اپنے بیٹے سے طے کردیا ہے؟"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

محمل نے ہلکا سا اثبات میں سر ہلایا۔

"تو تم انکار کر دو۔"

"کس کے لیے انکار کروں؟ اس کے لیے، جو بیچ راہ میں چھوڑ جاتا ہے؟" وہ کہنا چاہتی تھی، مگر کہہ نہ سکی۔ یہ تو ابھی اس نے اپنے دل سے بھی نہ کہا تھا، فرشتے سے کیسے کہتی؟

"میں کیوں انکار کروں؟ کیا میں صبر کر کے اجر نہ لوں؟"

"محمل! مظلومیت اور صبر میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق احتجاج کرنے کا حق رکھنے کا ہوتا ہے، بجائے اپنی زندگی خراب کرنے کے، تم ایک بہتر راستہ چن لو، صاف صاف انکار کر دو۔"

"مجھے ان کے ری ایکشن سے ڈر لگتا ہے۔"

"اس پہ تم صبر کر لینا۔" وہ ہلکی سی مسکرائی۔ "رشتہ داروں کے ساتھ بہت صبر سے گزارا کرنا پڑتا ہے لڑکی۔"

"آپ کرتی ہیں صبر؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ کے رشتہ دار ہیں فرشتے؟ آپ کے پیرنٹس؟ اور ہمایوں کے پیرنٹس۔" اس نے سوال ادھورا چھوڑ دیا۔ جانتی تھی فرشتے کو ادھورے سوال پڑھنے آتے ہیں۔

"میری امی کی ایک ہی بہن تھیں، ہمایوں ان کا بیٹا ہے۔ ان کی ڈیتھ کے بعد امی نے ہمایوں کو گود لے لیا تھا۔ یہ بہت پرانی بات ہے، ڈیڑھ سال پہلے میری امی کی ڈیتھ ہو گئی۔ پھر میں نے اور ہمایوں نے فیصلہ کیا کہ گھر میں ہمایوں رہے اور میں ہاسٹل میں رہوں۔"

"اور آپ کے ابو؟"

"میں میٹرک میں تھی جب ان کی ڈیتھ ہوئی۔"

"آپ کے ابو کی کوئی بہن تو ہوں گی؟" اس نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"ہاں۔ ایک بہن ہیں۔" فرشتے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کدھر رہتی ہیں؟"

"یہیں، اسی شہر میں۔"

"وہ آپ سے ملتی ہیں؟"

"نہیں، کچھ پرابلمز کی وجہ سے وہ لوگ مجھ سے نہیں ملتے۔"

"اور آپ؟"

"میں کوشش تو کرتی ہوں کہ ہر عید پہ ان کے گھر ہو آؤں، لیکن وہ میرے اوپر دروازے بند کر دیتے ہیں۔"

"پھر؟" وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتی آگے کو ہوئی۔

"پھر میں کیک اور پھول دے کر واپس آجاتی ہوں۔ میری اتنی ہی استطاعت ہے، آگے کیا کر سکتی ہوں؟" وہ سادگی سے مسکرائی۔

(کیک اور پھول؟ عیدوں پہ بہت جگہوں سے مٹھائی اور کیک پھول وغیرہ آتے تھے، کیا وہ بھی بھیجتی تھی؟)

"آپ کی پھوپھو کے کتنے بچے ہیں؟"

"ایک ہی بیٹی ہے۔" اور اسے پتا تھا فرشتے جھوٹ نہیں بولتی، اس کا تجسس تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"کیا عمر ہو گی اس کی؟"

"مجھ سے تو چند سال چھوٹی ہی ہے۔"

"نام کیا ہے؟"

"یہ ضروری تو نہیں ہے محمل!" فرشتے جیسے ذرا سی مضطرب ہوئی تھی۔

"ہو سکتا ہے میں آپ کی فیملیز کو ملانے میں کچھ مدد کر سکوں؟"

"نہیں۔" فرشتے نے بغور اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔ "تم میری پھوپھو کی بیٹی کو نہیں جانتیں۔"

"پھر بھی...."

"کیا ہم ٹاپک چینج کر سکتے ہیں؟"

اس کے اتنے ٹھوس اور قطعی انداز پہ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"یہ کھڑکیاں بہت خوب صورت ہیں۔" وہ کہہ کر پُر سوچ انداز میں کھڑکی کے باہر اترتی صبح کو دیکھنے لگی۔

☼ ☼ ☼

رات کھانے کے بعد اس نے سب کے کمروں میں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

چلے جانے کا انتظار کیا' یہاں تک کہ لاؤنج میں ٹی وی کے آگے جم کر بیٹھی لڑکیاں بھی اٹھ اٹھ کر جانے لگیں اور لاؤنج خالی رہ گیا تو وہ دبے قدموں باہر نکلی۔ آج اسے آغا جان کو صاف انکار کرنا تھا۔

لاؤنج اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ آغا جان کے بیڈ روم کے دروازے سے روشنی کی لکیر آرہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی دروازے تک آئی۔ قریب تھا کہ وہ دستک دے ڈالتی کہ اندر سے آتی آوازوں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"اس لڑکی سے کوئی بعید نہیں۔ آج پھر میرے آفس آگئی تھی۔" آغا جان کی سوچ میں ڈوبی آواز آئی۔

"کون؟ فرشتے؟" تائی کا حیران کن لہجہ۔ "پھر وہی پرانی بات کرنے کہ محمل کی جائیداد میں اس کا بھی حصہ نکالیں؟"

محمل کو لگا پوری چھت اس پہ آن گری ہے۔

"ہاں' آج وہ آفس آئی تھی اور یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اگر ہم نے وسیم سے محمل کا رشتہ کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔"

تایا جان کچھ کہہ رہے تھے اور چند دن پہلے کی پڑھی گئی ایک حدیث اس کے کان میں گونجی' جس کا فہم کچھ اس طرح تھا کہ اگر کوئی تمہارے گھر میں جھانکے اور تم پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو' تو تم پہ کوئی گناہ نہیں۔ نہیں۔ وہ گھبرا اٹھی۔ اسے نہیں دیکھنا چاہیے۔ وہ غلط کر رہی ہے' وہ کسی کی پرائیویسی میں جھانک رہی ہے۔

اگلے ہی لمحے وہ واپس کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ دروازے کی کنڈی لگا کر وہ پھولی سانس کو قابو کرتی بیڈ پہ گر سی گئی اور دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

"محمل کی جائیداد میں فرشتے کا حصہ؟"

گو کہ اسے شک تھا کہ فرشتے کا اس سے تعلق ضرور ہے اور شاید بلکہ یقیناً" وہ اس کے ان قطع تعلق کیے ہوئے ننھیالی رشتہ داروں میں سے ہے' لیکن پھر بھی تائی کے منہ سے اس کا نام سن کر اسے بہت بڑا جھٹکا لگا تھا۔ اس سے بھی بڑا جھٹکا فرشتے کا مطالبہ جان کر' کیا فرشتے نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ محمل کے حصے میں سے اسے بھی کچھ دیا جائے؟ مگر کیوں؟ فرشتے ایسے کیوں کرے گی؟

اس کی نگاہوں میں ایک سراپا لہرایا۔

سیاہ عبایا میں ملبوس گرے اسکارف میں ملائم چہرے کو مقید کیے سنہری آنکھیں جھکائے دونوں ہاتھوں میں چھوٹا قرآن پکڑے بال پوائنٹ سے صفحے پہ کچھ مارک کرتی فرشتے۔

وہ کون تھی؟ اس کا پورا نام کیا تھا؟ وہ ہمایوں سے زیادہ ملتی نہ تھی' لیکن محمل کے متعلق ہر خبر اس کے پاس ہوتی تھی۔ وہ کیوں اس کی خبر رکھتی تھی؟ اور وہ کیوں آغا جان سے ملتی تھی؟

بہت سی الجھنوں کے سرے وہ سلجھا نہ پا رہی تھی' لیکن ایک بات طے تھی' فرشتے کا عظمت بھرا وہ تصور جو اس نے ذہن میں بنا رکھا تھا' کرچ کرچ پاش پاش ہو گیا تھا' پتا نہیں کیوں۔

☆ ☆ ☆

وہ چینی کی پلیٹیں احتیاط سے کیبنٹ سے نکال کر کاؤنٹر پہ رکھ رہی تھی' جب آہٹ پہ چونک کر پلٹی۔ کچن کے کھلے دروازے میں فضہ چچی کھڑی اس کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"جی چچی؟" وہ قدرے الجھی۔ پھر ایک نظر خود پہ ڈالی۔ سادہ سی گلابی شلوار قمیص پر سیاہ دوپٹہ کندھوں کے گرد لپیٹے سلکی بالوں کو اونچی پونی ٹیل میں مقید کیے وہ ہر دن کی طرح ہی لگ رہی تھی' پھر چچی کو کیا ہوا تھا؟

"کچھ چاہیے چچی؟" اس نے پھر پوچھا۔ ان کی نظریں اب اس کو پریشان کرنے لگی تھیں۔

"ہوں' نہیں۔" فضہ چچی نے سر جھٹکا' اور واپس چلی گئیں۔ جاتے سے اسے ان کے چہرے پہ ہلکا سا شنفر نظر آیا تھا۔

"ان کو کیا ہوا ہے؟" وہ پلیٹیں کپڑے سے صاف کرتے ہوئے سوچنے لگی' پھر شانے اچکا کر کام میں مصروف ہو گئی۔ ڈنر کا ٹائم ہونے والا تھا اور اسے میز

لگانی تھی۔ سب آتے ہی ہوں گے۔

"میں نے اور مسرت نے وسیم اور محمل کا رشتہ طے کر دیا ہے' آپ سب کو یقیناً" علم ہو گا۔" وہ رائتہ کا ڈونگہ میز پہ رکھ رہی تھی جب آغا جان نے سب کو مخاطب کیا۔

ڈائننگ ہال میں سناٹا سا چھا گیا۔ گو کہ سب کو معلوم ہی تھا' پھر بھی سب چپ تھے۔ وہ سر جھکائے اپنی آخری کرسی پہ آبیٹھی اور پلیٹ اپنی جانب کھسکائی۔

"یہ فیصلہ آپ نے بالا ہی بالا کر لیا یا مسرت چچی سے پوچھنے کی زحمت بھی کی؟" حسن کے طنزیہ لہجے نے سب کو چونکایا تھا۔ وہ بھی بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی جو اکھڑے تیوروں کے ساتھ آغا جان کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ مسرت کی مرضی سے ہوا ہے رشتہ۔" آغا جان برہم بھی ہوئے' اور حیران بھی۔

"کیوں چچی؟" اس نے خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی مسرت کو مخاطب کیا۔ "آپ کو اس وسیم کا رشتہ منظور ہے جسے خاندان میں کوئی بیٹی دینے کو تیار نہیں؟"

مسرت کا جھکا سر مزید جھک گیا' فضہ نے ناگواری سے پہلو بدلا۔

"بتائیے چچی! اگر آپ خاموش رہیں تو اس کا مطلب ہے' آپ کے ساتھ آغا جان نے زبردستی کی ہے۔"

"کیا بکواس ہے یہ حسن؟"

"آغا جان! مجھے مسرت چچی سے بات کرنے دیں۔" حسن کی آواز بلند ہونے لگی تھی۔ سب دم بخود اس کو دیکھ رہے تھے۔

"بتائیے چچی! آپ کو یہ رشتہ منظور ہے؟"

"نہیں!" محمل نے قطعی انداز میں کہا۔ اسے معلوم تھا اس کی ماں کچھ نہیں بول سکے گی۔

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ خود حسن بھی قدرے ٹھٹکا۔

"تم بیچ میں مت بولو۔" آغا جان برہم ہوئے۔

"اب بھی نہیں بولی تو نکاح کے وقت انکار کر دوں گی۔ یہ حق مجھے میرے دین نے دیا ہے' آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں کورٹ تک چلی جاؤں گی۔"

"مگر تمہیں کیا مسئلہ ہے وسیم سے؟" غفران چچا جھنجلائے۔ ایسی ہی جھنجلاہٹ فضہ کے چہرے پہ بھی تھی۔

"اگر وسیم اتنا ہی اچھا ہے تو غفران چچا آپ ندایا سامیہ باجی کا رشتہ اس کے ساتھ کیوں نہیں کر دیتے؟"

بہت دنوں بعد پورے گھر نے پرانی محمل دیکھی تھی۔

"شٹ اپ!"

"میں انکار کر چکی ہوں' اگر آپ لوگوں کو مزید اپنی بے عزتی کروانے کا شوق ہے تو میں نکاح کے موقع پہ اس سے بھی زوردار انکار کروں گی۔"

"ارے شکر کرو کہ ہم تمہیں بہو بنا رہے ہیں۔" بہت دیر سے خاموش بیٹھی تائی مہتاب ضبط نہ کر پائیں۔ "تم لڑکی ایک رات گھر سے باہر رہ چکی ہو' ایسے کوئی نہیں قبول کرتا' ہم بہو نہ بنائیں تو کون قبول کرے گا تمہیں۔"

"میں!" حسن جیسے بھڑک کر بولا تھا۔ "میں قبول کروں گا محمل کو۔ وہ وسیم سے شادی نہیں کرنا چاہتی' میں اپنا نام مسرت چچی کے سامنے رکھ رہا ہوں اور چچی! میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔"

"ہرگز نہیں۔" فضہ پھٹ پڑیں۔ "میں اس لڑکی کو کبھی قبول نہیں کروں گی جو کسی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔"

"ممی!" وہ زور سے چیخا تھا۔

اس سے مزید سنا نہیں گیا' وہ کرسی دھکیل کر بھاگتی ہوئی ڈائننگ ہال سے نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

بریگیڈیئر فرقان کا بنگلہ' جس کے ٹیرس پہ بوگن ویلیا کی بیلوں کا راج تھا' آج بھی اسے ویسا ہی اداس اور

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com

ویران لگتا تھا' بلکہ وہ شاید ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا۔ مکین کے خود قرآن پڑھنے اور مکان کو محض سنوانے میں بہرحال فرق تو ہوتا ہے۔

آج پھر وہ چند پمفلٹس ہاتھ میں پکڑے ان کے گیٹ پہ کھڑی تھی۔

بیل پہ ملازم نے بھاگ کر چھوٹا دروازہ کھولا۔

"جی بی بی؟" اس نے سر باہر نکالا۔

"مجھے بریگیڈیئر فرقان سے ملنا ہے' وہ اندر ہیں؟"

"جی وہ کام کر رہے ہیں۔"

"ان سے کہو محمل آئی ہے!" قدرے تحکم سے کہہ کر وہ سینے پہ بازو باندھے وہیں کھڑی ہو گئی۔ فوراً ملازم اندر کو دوڑا۔ چند لمحے ہی بعد اس کی واپسی ہو گئی۔

"صاحب کہہ رہے ہیں آپ اپنے یہ کاغذ لے لیں۔" اس نے پرانے پمفلٹس اس کی طرف بڑھائے۔

"انہوں نے پڑھ لیے ہیں؟"

"نہیں جی' وہ مصروف تھے۔"

"اپنے صاحب کو کہو یہ ان پہ میری امانت تھی' جب انہوں نے لیے تھے تو میری سونپی گئی ذمہ داری بھی انہیں نبھانی تھی' ورنہ لینے سے ہی انکار کر دیتے۔ انہوں نے خیانت کر کے یہ لوٹائے ہیں اور اگر میں نے معاف نہیں کیا تو ان کو معافی نہیں ملے گی۔" ملازم ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا' پھر اندر لپکا۔

"صاحب آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔" وہ پیغام دے کر جلد ہی واپس آیا تھا۔

"شکریہ۔" وہ پورے اعتماد سے اندر چلی آئی۔

اسٹڈی کا دروازہ کھلا تھا۔ محمل نے چوکھٹ میں کھڑے کھڑے دروازہ انگلی کی پشت سے بجایا۔

اسٹڈی ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پہ بیٹھے بریگیڈیئر فرقان نے کتاب پہ جھکا سر اٹھایا اور عینک کے پیچھے سے اسے دیکھا جو دروازے کے بیچ کھڑی تھی۔

یونیفارم کی سفید شلوار قمیص اور چہرے کے گرد نفاست سے لپٹا تر و تازہ گلابی اسکارف جو پیچھے سے اونچی پونی کے باعث ذرا سا اٹھ گیا تھا۔ ہاتھ میں چند پمفلٹس پکڑے وہ دراز قد سنہری آنکھوں والی لڑکی منتظر سی کھڑی تھی۔

"کم ان۔" بریگیڈیئر فرقان نے چشمہ اتار کر میز پہ رکھا' کتاب بند کی' اور کرسی پہ قدرے پیچھے کو ٹیک لگائی۔

"میں کچھ پمفلٹس دے کر گئی تھی۔"

"اور میں نے واپس کر دیے تھے' اور کچھ؟" ان کے بارعب چہرے پہ قدرے ناگواری تھی۔

"جی' یہ کچھ اور ہیں۔" وہ آگے بڑھی اور چند پمفلٹس ان کی میز پہ رکھے۔ "یہ آپ پڑھ کر مجھے واپس کر دیجیے گا۔"

"مگر مجھے یہ نہیں چاہئیں۔" وہ بے زار سے بولے۔

"میں نے آپ کو چوائس تو نہیں دی سر! آپ کو یہ لینے پڑیں گے۔ میں کچھ عرصے بعد آ کر واپس لے لوں گی۔ پڑھ کر سنبھال لیجیے گا' ان پہ اللہ کا نام لکھا ہے' امید ہے آپ پھینکیں گے نہیں۔" وہ کھڑی کھڑی کہہ کر تیزی سے واپس پلٹ گئی۔

بریگیڈیئر فرقان نے تلملا کر ایک نظر ان پمفلٹس کو دیکھا' پھر دراز میں ڈال کر اپنی عینک اٹھائی اور کچھ بڑبڑاتے ہوئے کتاب کھول لی۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنی دھن میں راہداری میں چلتی جا رہی تھی کہ اچانک دوسری طرف سے آتی فرشتے پہ نگاہ پڑی' اس کے لب بھنچ گئے' بے اختیار ہی وہ پیچھے ہوئی تھی۔

فرشتے نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے ساتھ چلتی ٹیچر سے فکرمندی سے کچھ کہتی چلی آ رہی تھی۔ محمل الٹے قدموں واپس ہوئی اور برآمدے میں رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی توقع کے عین مطابق فرشتے نے اس کی موجودگی نوٹ نہیں کی۔ ساتھی اور ٹیچر کے ہمراہ نیچے پریئر ہال کی سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

پریئر ہال میں ملک کے نامور مذہبی اسکالر ڈاکٹر سرور مرزا کے لیکچر کا انعقاد تھا۔ وہ بھی ست روی سے چلتی ہوئی ایک درمیانی صف کی نشست پہ آ بیٹھی۔ ابھی لیکچر شروع نہیں ہوا تھا۔ محمل نے ہاتھ میں پکڑا پاکٹ سائز قرآن کھولا اور یوں ہی پڑھنے کے لیے صفحے پلٹنے لگی۔

فرشتے نے ایسا کیوں کیا؟ یہ سوال مسلسل اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔

اس نے آغا جان سے محمل کی جائیداد میں سے حصہ کیوں مانگا؟ فرشتے جیسی لڑکی اتنی مادہ پرست ہو سکتی ہے۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس نے مطلوبہ صفحہ پلٹا اور وہ آیات نکالیں جو آج پڑھائی جانے والی تھیں' مگر ڈاکٹر سرور کے لیکچر کے باعث آج تفسیر کی کلاس نہیں ہونا تھی۔

"اور ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو اگر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔"

"اوہ!" گہری سانس لے کر محمل نے قرآن بند کیا۔

"میرا کچھ بھی پرائیویٹ نہیں ہے۔" اس نے آہستہ سے گردن اوپر کو اٹھائی' اور چہرہ اور دیکھتے ہوئے مسکرا کر سر جھٹکا۔ جب بھی ایسا کچھ ہوتا اسے قرآن پہ بے حد پیار آتا تھا۔ اسے لگتا تھا دنیا میں اس سے بہتر کوئی کمیونیکیشن موڈ ایجاد نہیں ہوا تھا۔

"مگر ایسا کیا ہے' جو مجھے اس سوال کا جواب برا لگے گا؟"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پھر سے سوچنے لگی تھی۔

ڈاکٹر سرور لیکچر شروع کر چکے تھے۔ پورا ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ دور دور تک پنک اسکارف میں ڈھکے سر دکھائی دے رہے تھے۔ اسٹیج کے قریب چیئرز پہ اسٹاف موجود تھا۔ فرشتے بھی وہیں ایک کرسی پہ بیٹھی' ڈائری پہ تیز تیز لیکچر نوٹ کر رہی تھی۔ اسے نوٹس لیتے دیکھ کر وہ خود بھی چونک کر ڈاکٹر سرور کی طرف متوجہ ہوئی جو روسٹرم پہ کھڑے تھے۔ سر پہ جناح کیپ' سفید داڑھی' شلوار قمیص اور واسکٹ میں ملبوس وہ خاصے منجھے ہوئے اسکالر تھے' وہ اکثر ان کو ٹی وی پہ دیکھتی رہتی تھی۔

اپنی سوچوں کو جھٹک کر وہ بغور لیکچر سننے لگی۔

"بعض لوگ قرآن پڑھ کر بھٹکتے ہیں۔ واقعی' ایسا ہوتا ہے۔" وہ اپنی مخصوص انداز میں کہہ رہے تھے "اس لیے بہتر ہے کہ قرآن کسی اچھے غیر متعصب عالم سے زندگی میں ایک دفعہ ضرور پڑھ لینا چاہیے' مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کا "دامن" پکڑنا ضروری ہے۔ نہیں' بلکہ کسی غیر متعصب تفسیر کو پڑھ کر بھی کسی حد تک قرآن کی سمجھ بوجھ پیدا کی جا سکتی ہے۔ قرآن کو پڑھ کر ہم ہر آیت کے اپنے حالات کے مطابق کئی مطالب نکالیں' وہ مطلب نکالنا غلط نہیں ہے' مگر ظاہر کو باطن سے تشبیہ دینا قطعاً" غلط ہے۔ مثلاً" بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا جو حکم اللہ سبحانہ' تعالیٰ نے موسیٰ کے ذریعے دیا تھا' وہ ہم سب جانتے ہیں۔ اس واقعہ سے ہم یہ سبق تو نکال سکتے ہیں کثرت سوال سے حکم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ وہاں "گائے" سے مراد ایک صحابیہ ہیں' نعوذ باللہ' بعض لوگوں نے واقعتاً" یہاں "گائے" سے مراد ایک صحابیہ کو لیا ہے۔ ایک اور مثال سورہ حجر کی آخری آیات میں ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین آ جائے۔

اب یہاں "یقین" سے مراد "موت" ہے یعنی موت آنے تک عبادت کرتے رہو۔ مگر بعض لوگ یہاں "یقین" سے مراد belief لے کر' اپنی عبادت کو کافی سمجھ کر بس کر دیتے ہیں کہ جی' ہمیں اپنی عبادت پہ یقین آ گیا ہے تو سب عبادتیں بس' ختم!"

"سورہ حجر کہاں تھی بھلا؟" اس نے آہستہ سے اپنا چھوٹا قرآن کھولا اور صفحے پلٹنے لگی۔ سورہ حجر ملی تو اس نے اس کی آخری آیات کھولیں۔ آیت وہی تھی جو وہ کہہ رہے تھے۔ مگر آخر تین الفاظ عربی میں "حتیٰ یاتی الیقین" تھے۔ (حتیٰ کہ یقین آ جائے)

"یقین؟" اس نے "الیقین" پہ انگلی پھیری' پھر الجھ کر ڈاکٹر سرور کو دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"یہاں پہ یقین سے مراد یقین نہیں بلکہ موت

ہے۔ سو اس طرح کے الفاظ کا من چاہا مطلب نکالنا انسان کو بھٹکا سکتا ہے۔ اپنی کونسچن؟" انہوں نے رک کر ایک گہری نظر ہال پہ ڈالی۔
محمل نے ہاتھ فضا میں بلند کیا۔
"یس؟" انہوں نے سر کے اشارے سے اجازت دی' وہ ہاتھ میں قرآن پکڑے اپنی نشست سے اٹھی۔
"سر! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ میرے پاس بغیر ترجمے والا مصحف ہے۔ اس میں مذکورہ آیت میں واقعتاً "یقین" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو اس کا مطلب "موت" کیسے ہوا؟ دونوں الفاظ میں خاصا فرق ہے۔"
"اس کا مطلب موت ایسے ہے کہ۔" وہ ذرا دیر کو رکے' اور بغور اسے دیکھا "میں نے اس کا مطلب موت نکالا ہے۔"
"جی سر' میرا یہی سوال ہے کہ کیسے؟ اس کی دلیل کیا ہے؟"
"دلیل یہ ہے کہ میں نے' یعنی ڈاکٹر سرور مرزا نے اس کا مطلب موت لیا ہے۔ میں اس ملک کا سب سے بڑا اسلامک اسکالر ہوں۔ آپ میرے کریڈنشلز اٹھا کر دیکھیں' میری ڈگریز دیکھیں۔ کیا میری بات بطور ایک ٹھوس دلیل کے کافی نہیں؟"
اگلی صفوں میں بیٹھی لڑکیاں گردنیں موڑ کر اسے دیکھنے لگی تھیں' جو ہاتھ میں چھوٹا قرآن پکڑے کھڑی تھی۔
"سر! آپ کی بات یقیناً" اہم ہے' مگر قرآن کا بعض اس کے بعض کی تفسیر کرتا ہے' حدیث بھی یہ کرتی ہے۔ کیا قرآن یا حدیث میں کہیں یہ ذکر ہے کہ یہاں "یقین" سے مراد موت ہے؟" وہ بہت شائستگی و لحاظ سے مودب سی پوچھ رہی تھی۔ ڈاکٹر سرور کے چہرے پہ واضح ناگواری ابھری۔
"یعنی کہ اگر میں آپ کو اس مطلب کی دلیل نہ دوں تو اسے محض میری بات سمجھ کر آپ جھٹلا دیں گی؟ یعنی آپ کو میری بات کے اوپر مزید کوئی دلیل چاہیے۔؟"
"جی!" اس نے ہولے سے سر ہلا دیا۔
"پورے ہال میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ لڑکیاں قدرے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔
"یعنی آپ ایک دینی اسکالر کو چیلنج کر رہی ہیں۔؟"
"سر! میں بہت ادب سے صرف دلیل مانگ رہی ہوں۔"
"اگر اس کی دلیل قرآن و حدیث میں نہ ہو' تو کیا آپ "یقین" کا مطلب "موت" تسلیم کریں گی۔؟"
"نہیں' سر کبھی بھی نہیں۔"
"ہوں۔" ڈاکٹر سرور نے گہری سانس لے کر ہال پہ ایک نظر دوڑائی "کیا کوئی اور بھی ہے' جو اپنی عمر سے زیادہ طویل تجربے کے حامل ایک اسکالر کو چیلنج کرے؟ کسی اور کو بھی دلیل چاہیے؟"
بہت سے سر نفی میں ہل گئے۔ وہ اکیلی کھڑی تھی۔
"یعنی تین سو لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کو دلیل چاہیے؟ یہی پڑھا رہے ہیں آپ لوگ اس مسجد میں؟ کون ہیں آپ کی کلاس انچارج؟"
میڈم مصباح کھڑی ہوئیں۔
"کیا آپ اس ناکام کلاس رپورٹ کی ذمہ داری لیتی ہیں؟ ون آؤٹ آف تھری ہنڈرڈ کی؟"
"جی سر!" میڈم مصباح کا سر قدرے جھک گیا۔
ڈاکٹر سرور نے محمل کو دیکھا۔
"کیا آپ کو ابھی بھی دلیل چاہیے؟"
"جی سر!"
وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے' پھر ہلکے سے مسکرائے۔
"المدثر آیت 47-43 میں یقین کا لفظ موت کے لیے استعمال ہے' وہاں سے ہم دلیل لیتے ہیں کہ یہاں بھی یقین سے مراد موت ہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مرعوب ہوئے بغیر ادب کے دائرے میں رہ کر مجھ سے دلیل مانگی' اور مجھے افسوس ہے کہ صرف ایک بچی نے یہ جرات کی' باقی سب خاموش رہیں۔ دو سو ننانوے لڑکیوں میں یقیناً" ابھی یہ کمی موجود ہے' جو

کہ ایک قرآن کلاس کی ناکام کارکردگی کا ثبوت ہے۔ کیا کوئی شخص ڈگریوں کا پلندہ لے کر آپ کے سامنے آئے' خود کو سب سے بڑا مذہبی اسکالر بتائے۔ تو آپ اس کی بات کو بطور دلیل مان لیں گے' کیا آپ کو پہلے دن ہی نہیں بتایا گیا تھا کہ دلیل صرف قرآن یا حدیث ہوتی ہے؟ کسی عالم کی بات دلیل نہیں ہوتی' پھر؟"
بہت سے گلابی اسکارف میں لپٹے سر جھک گئے۔
محمل سرخرو سی اپنی نشست پہ بیٹھی۔
ڈاکٹر سرور اور بھی بہت کچھ کہہ رہے تھے' مگر وہ سورہ المدثر کھول کر اس آیت کو کاؤنٹر چیک کر رہی تھی۔
(سورہ المدثر کی 47-43 تک کا ترجمہ ڈاکٹر سرور کی تصدیق کر رہا تھا)
"محمل!"
لیکچر کے بعد وہ کاریڈور میں سے گزر رہی تھی' جب فرشتے نے اسے پیچھے سے پکارا۔ اس کے قدم وہیں تھم گئے۔ مگر وہ مڑی نہیں۔ فرشتے تیز تیز چلتی اس کے قریب آئی۔
"آئی ایم پراؤڈ آف یو' محمل!" وہ یقیناً" بہت خوش تھی۔ گرے اسکارف میں مقید اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔
محمل اجنبی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔
"ڈاکٹر سرور تم سے بہت خوش ہیں' انہوں نے ایک سیمینار کے لیے تمہارا نام دے دیا ہے' اور تم میرے ساتھ ادھر جا کر اسپیچ کرو گی۔"
"آپ کے ساتھ؟" وہ بولی تو اس کی آواز میں خزاؤں کی سی خشکی تھی "پھر مجھے نہیں جانا۔"
"کیا مطلب؟" فرشتے کی مسکراہٹ پہلے مدھم ہوئی' اور پھر آنکھوں میں حیرت ابھری۔
"مجھے جھوٹے لوگ سخت ناپسند ہیں!"
"محمل!" وہ ششدر رہ گئی "میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے؟"
"یہ سوال آپ خود سے کیوں نہیں کرتیں۔؟"
"تم سے کسی نے کچھ کہا ہے؟"
"میں بچی نہیں ہوں فرشتے۔" وہ گویا پھٹ پڑی تھی۔ اندر ابلتے لاوے کو باہر کا راستہ نظر آ گیا تھا۔
"آپ کیوں گئیں میرے آغا جان کے پاس؟ کیا لگتے ہیں وہ آپ کے؟ میں ایک یتیم لڑکی ہوں' کیا آپ کو یتیم کے مال میں سے حصہ چاہیے؟ کیوں کی آپ نے ایسی حرکت؟ آپ کو جانے کس اونچی مسند پہ بٹھا رکھا تھا میں نے' بہت بری طرح خود کو گرایا ہے آپ نے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ ایسے کریں گی' کیا رشتہ ہے آپ کا مجھ سے' آپ جھوٹ نہیں بولتیں' مگر سچ چھپانا بھی تو جھوٹ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا' آپ کی پھپھو کی بیٹی کا کیا نام ہے' آپ نے نہیں بتایا۔ کیوں؟ آخر کیوں؟"
فرشتے کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ جذبات سے عاری' بالکل ساکت' جامد' وہ بنا پلک جھپکے محمل کو دیکھ رہی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ کچھ کہہ نہ سکی' پھر آہستہ سے لب کھولے۔
"کیونکہ میری پھپھو کی بیٹی کا نام فائقہ ہے۔"
"جی؟" اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔
"میں نے کہا تھا نا کہ تم نہیں جانتیں۔ میری پھپھو کی بیٹی کا نام فائقہ ہے۔ میں فرشتے ابراہیم ہوں' آغا ابراہیم کی بیٹی جاؤ' اپنے گھر میں کسی سے پوچھو' مگر وہ کیوں بتائیں گے؟ وہ میری حیثیت تسلیم نہیں کرتے تو کیسے بتائیں گے۔"
وہ تھکے تھکے انداز میں کہہ کر اس کے ایک طرف سے نکل کر چلی گئی۔ محمل مڑ کر اس کو جاتا بھی نہ دیکھ سکی۔ اسے تو جیسے کسی نے ادھر ہی برف کا بنا دیا تھا۔ وہ دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ بیچ کاریڈور میں بت بنی کھڑی تھی۔
"فرشتے ابراہیم۔"
"آغا ابراہیم کی بیٹی۔"
اسے پوری مسجد میں ان چند الفاظ کی گونج پلٹ پلٹ کر سنائی دے رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اسے نہیں معلوم وہ کن قدموں پہ چل کر مسجد کے

Scan & PDF EIAZ AHMED Friendskorner.com

گیٹ تک آئی تھی۔ بس وہ پتھر کا بت بنی خود کو گھسیٹتی ہر شے سے غافل چلتی جارہی تھی۔ اس کا بیگ اور کتابیں کلاس میں رہ گئے تھے' اس نے انہیں ساتھ نہیں لیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کا بہت کچھ مسجد میں کھو گیا ہے' وہ کیا کیا سمیٹتی؟

برابر والے بنگلے کی دیوار کے ساتھ نصب بنچ پہ وہ گر سی گئی۔

"آغا ابراہیم کی بیٹی۔ فرشتے ابراہیم۔"

اس کا دماغ انہی دو جملوں پہ منجمد ہو گیا تھا۔ آگے بڑھتا تھا' نہ پیچھے۔

دور کہیں یاد کے پردے پہ آغا جان کی آواز لہرائی۔

"اس لڑکی سے کچھ بعید نہیں۔ آج پھر میرے آفس آگئی تھی۔"

"پھر آگئی تھی اس کا ذہن جیسے چونک کر بیدار ہونے لگا تھا۔ پھر کا مطلب تھا' وہ پہلے بھی ادھر جاتی رہتی تھی۔ وہ سب اس کو جانتے تھے۔ اور شاید اس سے خائف بھی تھے۔ تو کیا وہ واقعی آغا ابراہیم کی بیٹی تھی؟

"نہیں!" اس نے تنفر سے سر جھٹکا "آغا ابراہیم کی صرف ایک بیٹی ہے' اور وہ ہے محمل ابراہیم۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ میں نہیں مانتی۔"

وہ زور زور سے نفی میں سر ہلا رہی تھی اسے لگ رہا تھا آج اس کے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی۔ غصہ تھا کہ اندر ہی اندر ابلا جارہا تھا۔

"کیا واقعی وہ ابا کی بیٹی ہے؟ مگر اس کی ماں کون ہے؟ میری اماں۔۔۔؟ نہیں۔ مگر مجھے کون بتائے گا؟ آغا جان اور تائی تو کبھی نہیں۔۔۔ اماں کو تو شاید پتا بھی نہ ہو! پھر کس سے پوچھوں؟"

وہ چکرا کر رہ گئی اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔ مگر اگلے ہی لمحے جیسے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"ہمایوں!" اور پھر اس نے کچھ نہیں سوچا اور گیٹ کی طرف لپکی۔

☆ ☆ ☆

"صاحب اندر ہیں؟ مجھے اندر جانا ہے۔"

"جی' آپ چلی جاؤ۔" چوکیدار فوراً" سامنے سے ہٹا۔ وہ اندر کی طرف دوڑی۔ شاہانہ طرز کا لاؤنج خالی تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی آگے بڑھی' پھر کچن کے کھلے دروازے کو دیکھ کر رکی۔ کچھ سوچ کر وہ کچن میں آئی۔

ماربل فلور کا چمکتا صاف ستھرا کچن خالی پڑا تھا۔ چمچوں کا اسٹینڈ سامنے ہی تھا۔ اس نے لپک کر ایک بڑی چھری نکالی' اور آستین میں چھپا کر باہر آئی۔

"ہمایوں؟" لاؤنج میں کھڑے گردن اوپر کر کے اس نے پکارا۔ آواز گونج کر لوٹ آئی۔ اس کا کمرہ اوپر تھا' یہ تو اسے یاد تھا۔ وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ سیاہ ماربل کی چمکتی سیڑھیاں گولائی میں اوپر جارہی تھیں۔ وہ بالائی منزل پہ رکی' ادھر ادھر جھانکا' پھر تیسری منزل کی سیڑھیوں کی طرف جانے لگی۔ دفعتاً" سامنے والے کمرے سے اس کی آواز آئی۔

"بلقیس؟" وہ اندر سے غالباً" ملازمہ کو آواز دے رہا تھا۔

وہ دوڑ کر اس کمرے کے دروازے تک آئی۔

"دروازہ کھولیں!" اس نے دروازہ زور سے بجایا' اور پھر دھڑا دھڑ بجاتی چلی گئی۔

"کون؟" ہمایوں نے حیران سا ہو کر دروازہ کھولا۔ اسے دیکھ کر وہ بری طرح چونکا تھا۔

"تم؟ خیریت؟"

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے' ٹھیک ٹھیک بتائیے گا۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا!"

وہ اتنے جارحانہ انداز میں غرائی تھی کہ وہ پریشان ہی ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے محمل؟"

"میری بات کا جواب دیں۔"

"اچھا اندر آجاؤ" وہ اسے راستہ دیتے ہوئے پیچھے ہوا۔ بلیک ٹراؤزر پہ گرے آدھے بازوؤں والی شرٹ پہنے' ہاتھ میں تولیہ پکڑے وہ غالباً" ابھی نہا کر نکلا تھا۔ ماتھے پہ بکھرے گیلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"وہ دو قدم اندر آئی' یوں کہ اب دروازے کی

چوکھٹ میں کھڑی تھی۔

"آپ فرشتے کے کزن ہیں؟"

"ہاں' کیوں؟"

"فرشتے کس کی بیٹی ہے؟ اس کا باپ کون ہے؟"

"باپ؟" وہ ذرا سا چونکا "اس نے تم سے کچھ کہا ہے۔"

"میں نے پوچھا ہے۔ فرشتے کس کی بیٹی ہے؟" وہ دبی دبی سی غرائی تھی۔

"ادھر بیٹھو' آرام سے بات کرتے ہیں۔" وہ اس کو راستہ دیتا اس کے بائیں طرف سے قریب آیا۔

"میں بیٹھنے نہیں آئی' مجھے جواب چاہیے۔"

"ادھر بیٹھو تو سہی' ٹھنڈے دماغ سے میری بات سنو۔" وہ بچوں کی طرح اسے بہلاتے ہوئے آگے بڑھا' اور نرمی سے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"محمل! ادھر آؤ۔ وہ دو قدم آگے اس کے قریب آیا ہی تھا کہ محمل نے اچانک آستین میں چھپی چھری نکال لی۔

"مجھے آپ پہ ذرا بھروسا نہیں ہے۔ دور رہیں۔" وہ چھری کی نوک اس کی طرف کیے دو قدم مزید پیچھے ہٹی تھی۔

"چھری کیوں لائی ہو؟ مجھے مارنے؟" اس کے ماتھے پہ بل پڑے اور' آنکھوں میں غصے کی لہر ابھری۔ وہ تیزی سے بڑھا اور محمل کا چھری والا ہاتھ کلائی سے پکڑ کر مروڑا۔

"چھوڑیں مجھے' ورنہ میں آپ کو مار دوں گی۔" وہ اس کی مضبوط گرفت کے باوجود کلائی چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اس کے کندھے کو پیچھے دھکیلنا چاہا۔ ہمایوں اس کے چھری والے ہاتھ کا رخ دوسری طرف موڑ رہا تھا' اور پھر اسے پتا بھی نہیں چلا اور چھری کی تیز دھار گوشت میں گھستی چلی گئی۔

محمل کو لگا' وہ مرنے والی ہے' اس نے خون ابلتے ہوئے دیکھا اور پھر اپنی چیخ سنی۔ مگر نہیں اسے چھری نہیں لگی تھی۔ پھر؟

وہ کراہ کر پیچھے ہٹا تو محمل کی کلائی آزاد ہو گئی۔ ہمایوں کے دائیں پہلو میں سے خون ابل رہا تھا۔ وہ چھری پہ ہاتھ رکھے لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"اوہ میرے اللہ! یہ میں نے کیا کر دیا۔" خوف سے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

چھری پہ رکھا ہمایوں کا ہاتھ خون سے سرخ پڑنے لگا تھا۔ وہ درد کی شدت سے آنکھیں بند کیے دیوار کے ساتھ بیٹھتا چلا گیا۔

وہ دہشت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا پورا جسم کانپنے لگا تھا۔ یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ سب اس نے کیا ہے خدایا' یہ اس نے کیا کر دیا تھا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھتی قدم قدم ہٹنے لگی' اور پھر ایک دم مڑی اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی گئی۔ پوری قوت سے لاؤنج کا دروازہ کھول کر وہ باہر بھاگی تھی۔

چوکیدار گیٹ پہ نہیں تھا' کہاں تھا' اسے پروا نہ تھی۔ وہ تیز دوڑتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئی تھی۔

"فرشتے۔ فرشتے کدھر ہیں؟" پھولی سانسوں کے درمیان پوچھتی وہ زرا دیر کو ریسپشن پہ رکی تھی۔

"فرشتے باجی لائبریری میں ہوں گی یا"

اس نے پوری بات نہیں سنی اور راہداری میں دوڑتی گئی۔

لائبریری کے اسی کونے میں کرسی ڈالے وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ وہ بدحواس سی بھاگتی ہوئی اس کے سامنے جا رکی۔

آہٹ پہ فرشتے نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اسے دیکھ کر اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

"میں جانتی ہوں تم ہرٹ ہوئی ہو۔" ایک گہری سانس لے کر وہ اپنی رو میں کہنے لگی تھی "اور میں اسی ڈر سے تمہیں یہ پہلے نہیں بتا۔" کہتے کہتے فرشتے نے نگاہیں اٹھائیں۔ اور پھر اگلے الفاظ اس کے لبوں پہ دم توڑ گئے۔

محمل کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"محمل کیا ہوا؟" وہ پریشان سی کھڑی ہوئی۔
"فرشتے. فرشتے...... وہ ہمایوں..." وہ رو دینے کو تھی۔
"کیا ہوا ہمایوں کو؟ بتاؤ، محمل!" اس نے فکر مندی سے محمل کو دونوں شانوں سے تھام کر پوچھا۔
"وہ۔ ہمایوں۔ ہمایوں مر گیا۔"
محمل کے شانوں پہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اسے لگا، وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی۔
"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"
"میں نے جان۔ جان بوجھ کر نہیں۔ ہمایوں کو۔ وہ اسے چھری لگ گئی۔ میں نے غلطی سے اسے میری۔"
"وہ کدھر ہے۔ ابھی؟" فرشتے نے تیزی سے بات کاٹی۔
"اپنے گھر..... بیڈ روم میں۔"
فرشتے نے اگلا لفظ نہیں سنا اور تیزی سے باہر کی طرف بھاگی تھی۔ وہ کہیں بھی جاتی، تو ہمیشہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ لے کر جاتی تھی۔ آج اس نے اس کا ہاتھ نہیں تھاما تھا۔ آج وہ اکیلی بھاگی تھی۔
اسے خود بھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بس وہ بھی فرشتے کے پیچھے لپکی تھی۔
"ہمایوں۔ ہمایوں۔" وہ محمل کے آگے بھاگتی ہوئی ہمایوں کے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی اور اسے آوازیں دیتی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔
"ہمایوں؟"
وہ آگے پیچھے گول سیڑھیوں کے دہانے پہ رکی تھیں۔ ہمایوں کمرے کی بیرونی دیوار کے ساتھ لگا زمین پہ بیٹھا تھا۔ خون آلود چھری اس کے ایک طرف رکھی تھی۔
"ہمایوں! تم ٹھیک ہو۔" وہ پریشان سی گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ اس نے جیسے چونک کر آنکھیں کھولیں۔
"تم ادھر.....؟" اپنے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی فرشتے سے ہوتی ہوئی اس کی نظر اس کے پیچھے کھڑی محمل پہ جا رکی۔
"تمہیں محمل نے بتایا کہ۔"
"فرشتے، تم جاؤ اور اس بے وقوف لڑکی کو بھی لے جاؤ۔"
"مگر ہمایوں۔"
"میں نے احمر کو کال کر دیا ہے، پولیس پہنچنے والی ہے، تم دونوں کی ادھر موجودگی ٹھیک نہیں ہے، جاؤ۔"
وہ درد کی شدت سے بدقت بول پا رہا تھا۔
"مگر..." فرشتے نے تذبذب سے گردن موڑ کر محمل کو دیکھا جو سفید پڑتا چہرہ لیے ادھر کھڑی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس وقت کیا کرے۔
"میں نے کہا نا۔ جاؤ۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں چلایا تھا۔
"اچھا۔" وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔
"نہیں۔ میں نہیں جاؤں گی۔ بے شک مجھے پولیس پکڑ لے، مگر میں۔"
"محمل جاؤ!!!!" وہ زور سے چیخا تھا۔
"چلو محمل۔" فرشتے نے جیسے فیصلہ کر کے اس کا ہاتھ پکڑا اور سیڑھیاں اترنے لگی۔
"ہمایوں! میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ آئی ایم سوری۔ آئی ایم رئیلی۔" فرشتے اس سے آگے اس کا ہاتھ کھینچتی ہوئی سیڑھیاں اتر رہی تھی، مگر وہ اسی طرح گردن موڑ کر ہمایوں کو دیکھتی روہانسی سی کہے جا رہی تھی۔
"جسٹ گو!" وہ وہیں سے جھنجلا کر بولا تھا۔ وہ اب سیڑھیوں کے درمیان میں تھیں، وہاں سے اسے ہمایوں کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ابل پڑے تھے۔ فرشتے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے باہر لے آئی تھی۔
"تم کیوں گئیں اس کے گھر محمل؟ مجھے بتاؤ، ادھر کیا ہوا تھا؟" مسجد کے گیٹ پہ فرشتے نے پوچھا تو اس نے اپنا ہاتھ زور سے چھڑا لیا۔
"محمل! ناراض مت ہو۔ ابھی وہاں میری اور تمہاری موجودگی ٹھیک نہیں ہے۔"
"وہ ادھر مر رہا ہے اور آپ..." اس کی آنکھوں سے متواتر آنسو گر رہے تھے۔
"وہ ابھی اسے ہسپتال لے جائیں گے۔ زخم بہت زیادہ نہیں تھا، وہ ٹھیک ہو جائے گا، مگر تم نے کیوں مارا اسے؟"
"میں بھلا یوں ہمایوں کو مار سکتی ہوں۔ میں کر سکتی ہوں ایسا؟" وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ فرشتے بری طرح سے چونکی تھی۔ محمل کے چہرے پہ چھایا حزن، ملال، اور وہ آنسو۔ وہ عام آنسو تو نہ تھے۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا ایسا۔ آئی سویئر۔"
"اچھا اندر آؤ، آرام سے بات کرتے ہیں۔" اس نے خود کو سنبھال کر کہنا چاہا مگر وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھی۔
"انہوں نے بھی یہی کہا تھا۔ میرا قصور نہیں تھا۔" وہ اسی طرح گیٹ پہ کھڑی روئے چلی جا رہی تھی۔ "وہ ٹھیک تو ہو جائیں گے فرشتے؟"
"ہوں۔" فرشتے نے شاید اس کی بات نہیں سنی تھی۔ بس گم صم سی اس کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی عام آنسو نہ تھے۔
"میں گھر جا رہی ہوں۔ پلیز۔ آپ مجھے ہمایوں کے بارے میں بتاتی رہیے گا۔"
"اچھا۔" اس نے غائب دماغی سے سر ہلا دیا۔
محمل اب درختوں کی باڑ کے ساتھ دوڑتی ہوئی دور جا رہی تھی۔ وہ جیسے نڈھال سی گیٹ سے لگی، یک ٹک اسے دیکھے گئی۔
ہاں، وہ آنسو بہت خاص تھے۔

☼ ☼ ☼

ہسپتال کا ٹائلز سے چمکتا کاریڈور خاموش پڑا تھا۔ کاریڈور کے اختتام پہ وہ بنچ پہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ محمل جو دوڑتی ہوئی ادھر آ رہی تھی، اسے بیٹھے دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹکی رکی، پھر بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔
"فرشتے۔ فرشتے۔"
فرشتے نے ہاتھوں میں گرا سر اٹھایا "وہ کیسا ہے؟"
محمل اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی اور دونوں ہاتھ اس کے گھٹنوں پہ رکھے۔
"بتائیں نا، وہ کیسا ہے؟" وہ بے قراری سے اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھتی، جواب تلاش کر رہی تھی۔
"ٹھیک ہے۔ زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔" وہ بھی محمل کی بھوری آنکھوں میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔
"میں اس سے مل سکتی ہوں؟"
"ابھی وہ ہوش میں نہیں ہے۔"
"کیوں؟" وہ تڑپ کر بولی تھی، وہ فجر کا وقت تھا، اور جیسے ہی فرشتے نے اسے اطلاع دی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی تھی۔
"ڈاکٹرز نے خود اسے سلا رکھا ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا محمل! تم پریشان نہ ہو۔"
"میں کیسے پریشان نہ ہوں؟ میں نے ان کو چھری ماری ہے۔ میں۔"
"ایسا کیا ہوا تھا محمل؟ تم نے کیوں کیا ایسے؟"
"میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ میں ان سے پوچھنے گئی تھی کہ۔" وہ لب کچلتی، ڈبڈبائی آنکھوں سے کہتی چلی گئی۔ فرشتے اسی تھکے تھکے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔
"تم مجھ سے پوچھ لیتیں محمل! اس کو... خیر چھوڑو کوئی بات نہیں۔"
چند لمحے یونہی سرک گئے۔ وہ اسی طرح فرشتے کے سامنے فرش پہ دوزانو بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ ابھی تک فرشتے کے گھٹنوں پہ تھے۔ بہت دیر بعد اس نے خاموشی کو چیر دیا۔
"آپ نے کہا، آپ آغا ابراہیم کی بیٹی ہیں؟"
"ہاں۔ میں آغا ابراہیم کی بیٹی ہوں۔"
"میرے ابا کی...؟" اس کا گلا رندھ گیا۔
"تمہیں یہ انہونی کیوں لگتی ہے؟ سوائے تمہارے، تمہارے سب بڑوں کو علم ہے۔ تمہاری امی کو بھی۔"
"امی کو بھی؟" اسے جھٹکا لگا تھا۔
باقی آئندہ شمارے میں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

مکمل ناول

نمرہ احمد

مصحف

محمل ابراہیم، آغا ابراہیم اور مسرت بیگم کی خوب صورت اور طرح دار بیٹی ہے۔ بچپن میں ہی آغا ابراہیم کے انتقال کے بعد تایا آغا کریم اور چچاؤں کے رحم و کرم پر ہے۔ مسرت سیدھی سادھی خاتون تھیں۔ اس لیے اپنی سسرال کو گھر اور کاروبار پر قبضہ کرنے سے روک نہیں پائیں۔ جس کا قلق محمل کو ہے۔ گھر والوں خصوصاً" تائی مہتاب کا رویہ ماں بیٹی کے ساتھ بے حد ناروا ہے۔ اپنے تعلیمی اخراجات و ضروریات کے لیے محمل ٹیوشن سینٹر میں پڑھاتی ہے۔

آغا ابراہیم کے اس محفل نما گھر میں آغا کریم اور مہتاب تائی 'فواد' حسان' وسیم' سدرہ اور مہرین کے ساتھ مقیم ہیں۔ آغا ابراہیم کے جڑواں بھائی آغا غفران اور فضہ چچی کے تین بچے حسن' ندا اور سامیہ ہیں۔ سب سے چھوٹے آغا اسد اور ناعمہ بالائی منزل پر رہائش پذیر ہیں۔ جن کے تین بچے آرزو' معیز اور معاذ ہیں جبکہ رضیہ پھپھو کی ایک صاحبزادی فائقہ بھی ہیں۔ خاندان بھر میں تائی مہتاب اور آغا کریم کے فرزند فواد کو خاص مقام حاصل ہے۔ آرزو' فائقہ اور ندا اس کے لیے خاص جذبات رکھتی ہیں۔ محمل کو تائی مہتاب کے خاندان کی اس دکھتی رگ کا بخوبی اندازہ ہے۔ وہ فواد کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اسے نظر انداز کرتی ہے تو وہ اس پر چونک جاتا ہے۔ آرزو' سدرہ اور فائقہ کو اس کی خوب صورتی اور ذہانت سے حسد ہے۔

کالج جاتے ہوئے ہر روز اسے ایک پراسرار سیاہ فام لڑکی ملتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ جلد کی کتاب محمل کی توجہ کھینچتی ہے۔ وہ لڑکی محمل کو بتاتی ہے کہ اس کتاب میں ماضی' حال' مستقبل کا احوال ہے۔ اور اس میں حالات اپنے گرفت میں کرنے کا نسخہ ہے۔ محمل اسے سمجھ نہیں پاتی ہے۔ وہ لڑکی محمل سے کہتی ہے کہ ایک دن اسے اس کتاب کی ضرورت ضرور پڑے گی۔

محمل' آغا کریم کو بتاتی ہے کہ بہترین تعلیمی ریکارڈ پر اسے جلد ہی برٹش کونسل کی جانب سے لندن کی اسکالرشپ مل

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

جائے گی۔ وہ راستہ صاف ہو جانے کی اس نوید پر سکون کا سانس لیتے ہیں۔ ایروناٹیکل انجینئر فرقان کا رشتہ سدرہ کے بجائے محمل کے لیے دے دیا جاتا ہے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ تائی مہتاب فوراً" انکار کردیتی ہیں۔ جس پر محمل اور مسرت کو بہت رنج ہوتا ہے۔ فواد اس سے ہمدردی جتاتا ہے اور اسے فیکٹری میں آنرشپ دینے اور جاب کرنے کے لیے آغا جان سے بات کرتا ہے۔ جس پر وہ انکار کردیتے ہیں۔ حالات سے تنگ آکر محمل اس پر اسرار لڑکی سے سیاہ جلد والی کتاب لے آتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے قبل ہی تائی مہتاب سب کے ساتھ اسے رنگے ہاتھوں پکڑتی ہیں۔ لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے۔ محمل سمیت سب رنگ رہ جاتے ہیں۔ تائی مہتاب اپنی بے عزتی پر بے حد تلملاتی ہیں۔ محمل غصہ میں آکر سیاہ فام لڑکی کو قرآن شریف واپس کر آتی ہے اور اسے سخت سست بھی سناتی ہے۔ اس ردِعمل پر وہ لڑکی بجھ سی جاتی ہے۔

آغا فواد سب سے چھپ کر محمل کو فیکٹری لے جانے لگتا ہے اور اسے منع کرتا ہے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ وہ اسے بیش قیمت ملبوسات بھی دلواتا ہے تاکہ سدرہ کی منگنی پر وہ اپنی حیثیت کے مطابق نظر آئے۔ محمل اپنی سادگی میں اسے فواد کی محبت سمجھتی ہے۔ حسن، محمل کو فواد کے سائے سے بھی دور رہنے کی تنبیہہ کرتا ہے تو محمل کو برا محسوس ہوتا ہے۔ میریٹ میں ڈنر کا جھانسہ دے کر فواد، محمل کو اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کرتا ہے۔ راستے میں کسی ڈیل کے نہ ہونے پر نقصان کا ڈراما رچا کر محمل کو کلائنٹ کے پاس بھیجتا ہے۔ وہاں جاکر محمل کو آغا فواد کے اصل چہرے کا ادراک ہوتا ہے۔ فواد نے اے ایس پی کے سامنے محمل کو بطور چارہ استعمال کیا تھا اس صورتِ حال پر محمل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ وہ اسے بتاتی ہے کہ آغا فواد اس کا بھائی ہے۔

انسپکٹر ہمایوں، محمل کی آغا فواد سے بات کرواتا ہے تو وہ اسے رات اسی کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے۔ محمل اس دھوکہ دہی پر ششدر رہ جاتی ہے۔ اس صدمے سے وہ بے ہوش ہوجاتی ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کرلیا جاتا ہے۔ لیکن وہ وہاں بذریعہ چھت بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ اس کوٹھی کے برابر میں مدرسہ ہے۔ جہاں اس کی ملاقات فرشتے نامی لڑکی سے ہوتی ہے جو وہاں دین کی تعلیم دیتی ہے۔ فرشتے جان لیتی ہے کہ محمل اس وقت مشکل میں ہے۔ انسپکٹر ہمایوں اس کا کزن ہے۔ ہمایوں کے وہاں پہنچنے پر محمل کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے گھر، انسپکٹر ہمایوں کے ساتھ جائے۔ کچھ سوچ کر محمل، فرشتے کی بات مان لیتی ہے۔ گھر پہنچنے پر اس کے ساتھ روایتی سلوک ہوتا اور آغا کریم اور تمام چچا اسے گھر سے نکال دینے کے درپے ہوتے ہیں کہ انسپکٹر ہمایوں کی آمد سب کو چونکا دیتی ہے۔ محمل سب کو بتاتی ہے کہ کس طرح آغا فواد نے دھوکے سے اسے ڈیل کا حصہ بنایا۔ سوائے حسن اور مسرت (ماں) کے سب اسے جھٹلاتے ہیں۔ وہ آغا فواد کی سرگرمیوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ کروادیتی ہے۔ تائی جان اسے مارنے کو لپکتی ہیں تو سب انہیں روک دیتے ہیں۔ آغا فواد گرفتار ہوجاتا ہے۔ مصلحتاً" محمل کو گھر میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مسرت سے محمل کی بات چیت بند ہے۔ وہ اس معاملے میں محمل کو بھی قصوروار سمجھتی ہیں۔ محمل فرشتے سے ملنے دوبارہ مدرسے جاتی ہے تو وہ اسے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ وہ اس بات کو خاص اہمیت نہیں دیتی، لیکن مصروفیت کے لیے اس کا مشورہ مان لیتی ہے۔ دینی تعلیم اسے ذہنی و روحانی سکون بخشتی ہے۔ اس دوران انسپکٹر ہمایوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے رابطے کے لیے اپنا سیل نمبر دیتا ہے۔ وہ آغا فواد کے خلاف محمل کو وعدہ معاف گواہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ بات جب گھر والوں کے علم میں آتی ہے تو وہ محمل کو بری طرح زدوکوب کرتے ہیں۔ وہ رو، رو کر ان سب کو بددعا دیتی ہے۔ حسن گھر والوں کے اس سلوک پر ششدر ہے۔ مسرت، محمل کو آغا فواد کے خلاف وعدہ معاف گواہ بننے کا کہتی ہیں۔ محمل، انسپکٹر ہمایوں کو تمام صورتِ حال بتاتی ہے تو وہ اسے مصلحتاً" جھوٹ بولنے کا مشورہ دیتا ہے۔ تایا کریم اسے جائیداد میں حصہ دینے کا جھانسہ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ وہ انسپکٹر ہمایوں داؤد کے خلاف کورٹ میں بیان دے تو اسے اس کا حصہ مل جائے گا، وہ ان کا ساتھ دینے کی حامی بھر لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

۴

چوتھی قسط

"ہاں۔ ابا مجھ سے ملتے تھے۔ میری امی ان کی فرسٹ وائف تھیں، ڈائیورس کے بعد امی اور ابا الگ ہوگئے تھے، پھر انہوں نے تمہاری امی سے شادی کی۔ دونوں ان کی پسند کی شادیاں تھیں، ہے نا عجیب بات؟ خیر، مجھ سے وہ ہر ویک اینڈ پہ ملنے آتے تھے، میں اپنے چچاؤں سے متعارف تو نہ تھی، مگر وہ سب جانتے تھے کہ میں کون ہوں، کدھر رہتی ہوں۔ مگر ابا کی ڈیتھ کے بعد انہوں نے مجھے تسلیم کرنے سے ہی انکار کردیا۔ میں بہت دفعہ اپنا حق مانگنے گئی، مگر وہ نہیں دیتے۔ ابا کی پہلی شادی خفیہ تھی، سوائے ہمارے بڑوں کے، خاندان میں کسی کو علم نہ تھا۔ تم سے بھی چھپا کر رکھا گیا کہ کہیں تم میرے ساتھ مل کر حصہ نہ مانگنے کھڑی ہو جاؤ۔"

"آپ نے کیس کیوں نہیں کیا ان پہ؟" بہت دیر بعد وہ بول پائی تھی۔

"مجھے جائیداد سے حق نہیں، رشتوں سے حق چاہیے محمل! میں بہت دفعہ تمہارے گھر پہ گئی ہوں، مگر اندر داخلہ۔ خیر، یہ لمبی کہانی ہے میں کئی برسوں سے اپنے حق کی جنگ لڑ رہی ہوں۔ وارث اللہ نے بنائے ہیں، میں ابا کی وارث ہوں۔ یہ ہی سوچ کر اب میں جائیداد میں سے حصہ مانگتی ہوں، مگر...." وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔

"آپ کو پتا تھا میں آپ کے بارے میں نہیں جانتی؟"

"ہاں، مجھے پتا تھا۔ میں نے جب بھی تم سے ملنے کی کوشش کی، کریم تایا نے یہ ہی کہہ کر روک دیا کہ محمل ذہنی طور پہ ڈسٹرب ہو جائے گی، اور ابا سے نفرت کرے گی، پھر میں نے صبر کرلیا۔ میں جانتی تھی جو رب بن یامین کو یوسف علیہ السلام کے پاس لا سکتا ہے، وہ محمل کو بھی میرے پاس لے آئے گا۔" وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ محمل کو لگا اس کی سنہری آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"فواد بھائی، ان کا کیس۔"

"ہمایوں نے مجھے بتایا تھا کہ میرے کزن فواد نے اس کے ساتھ کسی لڑکی محمل کا معاملہ طے کیا ہے۔ کم عمر ہے اور خوب صورت بھی۔ میرا دل تب ہی سے کھٹک گیا تھا۔ مگر ہمایوں ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ فواد تمہارے ساتھ یہ کرسکتا ہے۔ اسے گمان تھا، وہ کوئی اور لڑکی ہوگی۔ مگر جس لمحے میں نے مسجد کی چھت پہ تمہیں دیکھا تھا، میں تمہیں پہچان گئی تھی۔"

"آپ نے تو مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر۔۔۔"

"دیکھا تھا، ایک دفعہ تمہارے اسکول آئی تھی تم سے ملنے۔ بینچ پہ بیٹھی تمہیں دیکھتی ہی رہی، تم ابھی الجھی، چڑچڑی سی لگ رہی تھیں، پھر مجھ سے تمہیں مزید ذہنی اذیت نہیں دی گئی، سو واپس پلٹ گئی۔"

فرشتے تھک کر چپ ہو گئی، شاید اب اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ بچا تھا۔ وہ یاسیت سے اسے دیکھے گئی جو بہت تھکی تھکی نظر آرہی تھی۔ بہت دیر بعد اس نے پھر لب کھولے۔

"تم خوش قسمت ہو محمل! کہ تم رشتوں کے درمیان رہی ہو۔ تم یتیم نہیں رہی ہو۔ یتیموں والی زندگی تو میں نے گزاری ہے۔ اس کے باوجود میں نے کبھی یتیمی کا لیبل خود پہ نہیں لگایا۔ میری خالہ اور ہمایوں۔ یہ ہی تھے میرے رشتے اور اب میرے پاس کھونے کو مزید رشتے نہیں بچے، ایک چیز مانگوں تم سے؟ کبھی مجھے اس آزمائش میں مت ڈالنا، میں مزید رشتے کھونا۔"

"اے ایس پی صاحب کے ساتھ آپ ہیں؟" آواز پہ ان دونوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے یونیفارم میں ملبوس نرس کھڑی تھی۔

"جی۔" محمل اس کے گھٹنوں سے ہاتھ ہٹاتی بے چینی سے اٹھی۔

"ان کو ہوش آگیا ہے، اب خطرے سے باہر ہیں، آپ ان کی؟"

"میں.... میں ان کی فرینڈ ہوں۔" اس نے جلدی سے فرشتے کی طرف اشارہ کرکے بتایا۔ "یہ ہمایوں صاحب کی بہن ہیں۔"

"بہن؟" اس نے چونک کر محمل کو دیکھا، مگر وہ

Scan & PDF
EIAZ AHMED
Friendskorner.com

نرس کی طرف متوجہ تھی۔ "بہن؟" وہ ہولے سے زیر لب بڑبڑائی۔ پھر ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر محمل نرس کے پیچھے جا رہی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہ سنا۔

وہ خالی ہاتھ بیٹھی رہ گئی۔ اس کی سنہری آنکھوں میں شام اتر آئی تھی، محمل وہ شام نہ دیکھ سکی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر ہمایوں کے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

وہ بیڈ پہ آنکھیں موندے لیٹا تھا، اوپر چادر پڑی تھی۔ آہٹ پہ قدرے نقاہت سے آنکھیں کھولیں۔ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"محمل!"

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے سامنے جا رکی۔

بھورے سلکی بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے فیروزی شلوار قمیص ہم رنگ دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری، ہمایوں!" آنسو آنکھوں سے پھسل پڑے تھے۔ وہ بدقت مسکرایا۔

"ادھر آؤ۔"

وہ چند قدم آگے بڑھی۔

"اتنی غصے میں کیوں تھیں؟"

"مجھے معاف کر دیں پلیز۔" اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ ہمایوں نے بایاں ہاتھ اٹھایا اور اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔

"تم نے کیوں کہا، تمہیں مجھ سے کوئی امید نہیں؟"

"تو کیا رکھتی؟" اس کے دونوں ہاتھ اور ہمایوں کا ہاتھ اوپر تلے ایک دوسرے میں بند ہو گئے تھے۔

"تمہیں لگتا ہے، میں بیچ راہ میں چھوڑ دینے والوں میں سے ہوں؟"

"کیا نہیں ہیں؟" آنسو اسی طرح اس کی آنکھوں سے ابل رہے تھے۔

"کیوں اتنی بدگمان رہتی ہو مجھ سے؟"

"بدگمان تو نہیں، بس۔"

"پھر چھری کیوں لائی تھیں؟ تمہیں لگتا تھا تم میرے گھر غیر محفوظ ہو گی؟" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے معاف کر دیں پلیز، آپ نے معاف کر دیا تو اللہ بھی مجھے معاف کر دے گا۔"

کہہ کر وہ لمحے بھر کو خود بھی چونک گئی۔ آخری فقرہ ادا کرتے ہوئے دل میں عجیب سا احساس ہوا تھا۔ ایک دم اس نے اپنے ہاتھ چھڑائے تھے، یہ سب ٹھیک نہیں تھا۔

"آپ آرام کریں، مجھے مدرسہ بھی جانا ہے۔" وہ دروازے کی طرف لپکی تھی۔

"مت جاؤ۔" وہ بے اختیار پکار اٹھا تھا۔

"میں گھر سے مدرسہ کا کہہ کر نکلی تھی، اگر نہ گئی تو یہ خیانت ہو گی اور پل صراط پہ خیانت کے کانٹے ہوں گے، مجھے وہ پل پار کرنا ہے۔"

"تھوڑی دیر رک جاؤ گی تو کیا ہو جائے گا؟" وہ جھنجلایا تھا۔

"یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے اور۔۔۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے مادام، آپ جا سکتی ہیں۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تو اسے لگا، وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔

"سوری۔" ایک لفظ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

فرشتے اسی طرح بینچ پہ بیٹھی تھی۔ آہٹ پر سر اٹھایا۔

"میں چلتی ہوں فرشتے! مجھے مدرسہ جانا ہے۔" نامحسوس انداز میں اس نے اپنا ہاتھ دوپٹے کے اندر کیا کہ کہیں وہ اس پہ کسی کا لمس نہ دیکھ لے۔

"مل لیں ہمایوں سے؟" اس کی آواز بہت پست تھی۔

"ہاں۔" اس نے بے اختیار نگاہیں چرائیں، فرشتے اسی طرح گردن اٹھا کر اسے دیکھتی جانے اس کے چہرے پہ کیا کھوج رہی تھی۔ وہ جیسے گھبرا کر جانے کو پلٹی۔

"محمل سنو!" وہ جیسے بے چینی سے پکار اٹھی اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹتی اس نے نفی میں سر ہلاتے دھیرے سے کہا۔ "نہیں کچھ نہیں، جاؤ۔"

"خیریت؟"

"جاؤ، تمہیں دیر ہو رہی ہے۔"

"اوکے، السلام علیکم۔" وہ راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتی دور ہوتی گئی۔ فرشتے نے پھر سے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

☆ ☆ ☆

اس کا دل بہت بوجھل سا ہو رہا تھا۔ مدرسہ آ کر بھی اسے سکون نہ مل رہا تھا۔ اسے تھوڑی دیر ہو گئی تھی اور تفسیر کی کلاس وہ مس کر چکی تھی۔ سارا دن وہ یوں ہی مضمحل سی پھرتی رہی۔ بریک میں سارہ نے اسے جا لیا۔ وہ برآمدے کے اسٹیپس پہ بیٹھی تھی۔ گود میں کتابیں رکھے، چہرے پہ بے زاری سجائے۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" سارہ دھپ سے ساتھ آ بیٹھی۔

"پتا نہیں۔" وہ جھنجلاتے ہوئے گود میں رکھی کتاب کھولنے لگی۔

"پھر بھی، کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں، ہے۔"

"کیا ہوا ہے؟"

"اللہ تعالیٰ۔۔۔ بس۔۔۔" وہ سر جھٹک کر صفحے پلٹنے لگی۔

"بتاؤ نا۔"

"اللہ تعالیٰ ناراض ہیں۔ ویٹس اٹ!" زور سے اس نے کتاب بند کی۔

"اوہو، تم خوامخواہ قنوطی ہو رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کیوں ناراض ہوں گے بھلا؟"

"بس ہیں نا!"

"اتنی مایوسی اچھی نہیں ہوتی۔ تمہیں کیسے پتا کہ وہ ناراض ہیں؟"

"ایک بات بتاؤ!" وہ جیسے کوفت زدہ سی اس کی طرف گھومی۔ "اگر تم کسی کے ساتھ چوبیس گھنٹے ایک ہی گھر میں رہو، تو گھر میں داخل ہوتے ہی تمہیں اس شخص کا موڈ دیکھ کر پتہ نہیں چل جاتا کہ وہ ناراض ہے؟ بھلے وہ منہ سے کچھ نہ کہے، بھلے تمہیں اپنی غلطی بھی سمجھ میں نہ آ رہی ہو، مگر تم جان لیتی ہو نا کہ ماحول میں تناؤ ہے، اور پھر تم دوسروں سے پوچھتی پھرتی ہو کہ "اسے کیا ہوا ہے؟" اور پھر تم اپنی غلطی سوچتی ہو۔ میں بھی اس وقت یہی کر رہی ہوں سو مجھے کرنے دو!"

"مگر محمل۔"

"تمہیں پتہ ہے، اتنے عرصے سے میں روز ادھر آ کر قرآن سنتی تھی۔ آج میری تفسیر کی کلاس مس ہوئی ہے۔ آج میں قرآن نہیں سن سکی۔ تمہیں پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں، وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ سو ابھی پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو!"

سارہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ کتابیں سنبھالتی اٹھی اور تیز تیز قدموں سے چلتی اندر آ گئی۔

پریئر ہال خالی پڑا تھا۔ بتیاں بجھی تھیں۔ وہ کھڑکی کے ساتھ آ بیٹھی۔ کھڑکی کے شیشے سے روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔

"اللہ تعالیٰ۔۔۔ پلیز۔۔۔" الفاظ لبوں پہ ٹوٹ گئے۔ آنسو ٹپ ٹپ گالوں پہ گرنے لگے۔ اس نے دعا کے لیے اٹھے ہاتھوں کو دیکھا۔ یہ ہاتھ چند گھنٹے قبل ہمایوں کے ہاتھ میں تھے۔ لڑکے لڑکی کا ہاتھ پکڑنا تو اب عام سی بات بن گئی تھی مگر قرآن کی طالبہ کے لیے وہ عام سی بات نہ تھی۔ وہ کیسے جذبات کے ریلے میں بہہ گئی کہ خیال ہی نہ آیا کہ اسے یوں تنہا کسی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ ہمایوں نے خود کو کیوں نہ روکا؟ مگر نہیں، وہ ہمایوں کو کیوں الزام دے؟ وہ تو قرآن کا طالب علم نہ تھا، طالبہ تو وہ تھی۔ سمعنا واطعنا (ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی) کا وعدہ تو اس نے کر رکھا تھا۔ پھر؟

آنسو اسی طرح اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ وہ سر جھکائے آج کا سبق کھولنے لگی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا' ٹھیک ہے' میں لگاتی ہوں۔"

"اور میرا قرآن؟"

"ہاں۔ وہ میں کل ڈھونڈ کے لے آؤں گی' ابھی تم یہ سنو' میں تیمور کو ڈھونڈتی ہوں۔" اس نے پلیے کا بٹن دبایا اور خود باہر نکل گئی۔

"بس شاید تم ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہو' اگر وہ اس کلام کے ساتھ ایمان نہ لائے' بہت افسوس کے ساتھ' بے شک جو بھی زمین پہ ہے' ہم نے اسے اس کی خوب صورتی کے لیے بنایا ہے' تاکہ ہم ان لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون سب سے اچھے کام کرتا ہے اور بے شک ہم اس کو بنجر صاف میدان بنانے والے ہیں۔"

اس نے آنکھیں موند لیں۔ آنسو آہستہ آہستہ اس کے تکیے کو بھگونے لگے تھے۔

سورۃ کہف کے ساتھ اسے وہ تمام مناظر یاد آنے لگے جو کبھی اس کی زندگی کا حصہ تھے۔

سنگِ مرمر کی چمکتی راہداریاں' روشنیوں سے گھرا ہال' جو اونچے سفید ستونوں پہ کھڑا تھا۔ مسجد کے برآمدے کے سامنے گھاس سے بھرا لان' وہ پنک اسکارف میں لپٹے بہت سے جھکے سر جو تیزی سے نوٹس لینے میں مصروف ہوتے' لائبریری کی اونچی گلاس ونڈوز جن سے فیصل مسجد دکھائی دیتی تھی۔ وہ کالونی کی سڑک پہ درختوں کی گھنی باڑ' یادوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو امڈ کر اس کے ذہن میں آیا تھا۔ ڈاکٹرز ٹھیک کہتے تھے وہ ذہنی طور پہ بالکل فٹ تھی۔

سورۃ کہف ختم ہوئی تو کیسٹ رک گئی۔ اس نے بے بسی سے ٹیپ کو دیکھا۔ وہ اس سے خاصے فاصلے پہ تھا۔ وہ اٹھ کر اس کو ری پلے بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیسی بے بسی تھی' کیسی لاچاری تھی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ ہر راہ بند ہوتی دکھائی دینے لگی' ہر دروازے کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اسے لگا وہ اب ہمیشہ کسی اندھیرے بند کہف میں مقید رہے گی۔

تیمور اور ہمایوں سے دور۔۔۔ بہت دور۔۔۔۔

✡ ✡ ✡

صبح وہ سو کر خاصی دیر سے اٹھی' رات بھر سو نہ سکی تو فجر کے قریب ہی آنکھ لگی تھی۔

سسٹر میرین بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ دوائیں رکھ رہی تھی' اسے جاگتے دیکھ کر مسکرائی۔

"گڈ مارننگ مسز ہمایوں' ہاؤ آر یو؟"

"فائن۔" وہ جبراً مسکرائی' کس کا نام اس کے نام کے ساتھ جڑتا تھا' وہ جو خود ہی اس سے دور بھاگنے لگا تھا۔

"آپ کی سسٹر صبح آئی تھیں' آپ سو رہی تھیں' وہ یہ بک دے کر گئی ہیں۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی کتاب کی طرف اشارہ کیا۔

"فرشتے آئی تھی؟" وہ چونکی' پھر اس کی اشارہ کردہ کتاب کی طرف دیکھا تو ٹھہر سی گئی۔

سیاہ سادہ جلد والی دبیز کتاب' اس کا سانس رک گیا' دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔

"مصحف قرآنی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"یہ آپ کا قرآن ہے میڈم؟" سسٹر میرین نے اسے متوجہ پا کر احتیاط سے قرآن اٹھا کر اس کے سامنے کیا۔ اس نے بے قراری سے اسے تھاما اور پھر سینے سے لگا لیا۔

"یو لو یور ہولی بک ٹو مچ' رائٹ؟" (آپ کو اپنی مقدس کتاب بہت عزیز ہے نا؟) وہ مسکرا کر کہتی اسے بیٹھنے میں مدد دینے لگی۔

"آف کورس سسٹر!" وہ بہت خوش تھی۔

پھر وہ بیٹھ گئی تو سسٹر میرین نے اس کے پیچھے تکیے سیٹ کر دیے۔

پھر سسٹر جانے کب وہاں سے گئی۔ اسے پتا بھی نہیں چلا' وہ بس اپنے قرآن میں گم تھی۔

اس نے دھیرے سے پہلا صفحہ کھولا تو عربی عبارات سے مزین اوراق سامنے آئے' اس کا دل ایک دم رعب سے بھر گیا۔ ہاتھ ذرا سے کپکپائے' لب

لرزے' آنکھوں کے گوشے بھیگتے چلے گئے۔

اوہ خدایا' وہ کتنی نوازی گئی تھی۔ اسے اللہ نے اپنے کلام کو تھامنے کا موقع دے دیا تھا۔ وہ اس کی سن لیتا تھا' اور اس کو مخاطب بھی کرتا تھا۔ برسوں کا یہ ساتھ بھلا کیسے ٹوٹ سکتا تھا؟

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

وہ اسے بھولا نہیں تھا' اس نے اسے یاد رکھا ہوا تھا۔

محمل ابراہیم اپنے رب تعالیٰ کو یاد تھی۔ کیا اسے واقعی اب کچھ اور چاہیے؟

اس نے شروع کے چند صفحات پلٹے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کدھر سے پڑھنا شروع کرے۔ پھر اس نے آغاز میں رکھے ایک بک مارک سے کھولا۔ وہ سورۃ بقرہ کے درمیان سے کھلا تھا۔ دوسرے سیپارے کے اوائل سے۔ برسوں پرانا بک مارک جانے کب اس نے ادھر رکھا تھا؟

اس نے دھڑکتے دل سے پڑھنا شروع کیا۔

"بس تم مجھے یاد رکھو' میں تمہیں یاد رکھوں گا' اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرنا۔"

آنسو اس کے رخساروں سے پھسل کر گردن پہ لڑھک رہے تھے۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے آپ کو خوشی میں یاد رکھا' آپ مجھے غم میں مت بھولیے گا' مگر لب کھل نہ پائے۔

اس نے آگے پڑھا۔

"اے ایمان والو' تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو' بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ساتھ ہی حاشئے میں پین سے چھوٹا چھوٹا کچھ لکھا تھا۔ اس نے قرآن قریب کر کے پڑھنا چاہا۔ وہ اس کے اپنے لکھے تفسیر نوٹس تھے۔

"مصیبت میں صبر اور نماز وہ دو کنجیاں ہیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ کا ساتھ دلواتی ہیں۔ ان کے بغیر یہ ساتھ نہیں ملتا۔ اس لیے کوئی مصیبت آئے تو نماز میں زیادہ توجہ اور لگن ہونا چاہیے۔ مصیبت میں خاموشی کے ساتھ اللہ کی رضا پر راضی ہو کر جو کچھ موجود ہے اس پر شکر

کرنا اور اللہ سے آگے اچھی امید رکھنا صحیح معنی میں صبر ہے۔

یہ سب اس نے لکھا تھا؟ وہ اپنے لکھے پہ حیرت زدہ سی رہ گئی۔ کلاس میں آگے بیٹھنا' ٹیچر کی ہر ایک بات نوٹ کرنا' وہ سب اسے کتنا فائدہ دے گا' اس نے تو کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

اس نے قدرے آگے سے پڑھا۔

"اور البتہ ہم تمہیں کچھ چیزوں کے ساتھ ضرور آزمائیں گے۔ (یعنی) خوف سے اور بھوک سے جانوں اور مالوں کے نقصان سے — اور خوش خبری دے دو ان کو جو صبر کرنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں' جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے' یہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' ان ہی لوگوں پہ ان کے رب کی طرف سے عنایتیں اور رحمت ہے اور یہ ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

اس نے ساتھ حاشیے میں لکھے اپنے الفاظ پڑھے۔

"صابرین کا مصیبت پہ بس انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ دینا کافی نہیں ہے' بلکہ دراصل یہ الفاظ ان دو عقائد کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن پہ جمے بغیر کوئی صبر نہیں کر سکتا۔ انا للہ (بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں) عقیدہ توحید ہے اور وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے) عقیدہ آخرت پہ ایمان ہے کہ ہر دکھ اور مصیبت ایک دن ختم ہو جائے گی اور اگر کچھ ساتھ رہے گا تو صرف آپ کے صبر کا اجر۔"

اس نے اگلی آیت پڑھی۔

"بے شک صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں تو جو کوئی حج کا ارادہ کرے۔"

صبر کے فوراً بعد صفا مروہ اور حج کا ذکر؟ وہ ذرا حیران ہوئی' پھر اپنے ہاتھ کے لکھے نوٹس پڑھے۔

"صفا اور مروہ دراصل ایک عورت کے صبر کی نشانی ہیں' جب آپ کو بے قصور کسی تپتے صحرا میں چھوڑ دیا جائے اور آپ اس توکل پہ کہ اللہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا' صبر کریں تو پھر زم زم کے میٹھے چشمے

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

"اللہ تعالیٰ' پلیز مجھے معاف کردے' مجھے ہدایت پہ قائم رکھ۔"

اس نے دل میں دعا مانگتے ہوئے مطلوبہ صفحہ کھولا۔

"کس طرح اللہ اس قوم کو ہدایت دے سکتا ہے جو اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کریں؟"

اس کے آنسو پھر سے گرنے لگے۔ اس کا رب اس سے بہت ناراض تھا۔ اس کی معافی کافی نہ تھی۔ وہ سسکیوں کے درمیان پھر سے استغفار کرنے لگی۔

"اور انہوں نے رسول کے برحق ہونے کے گواہی دی تھی' اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئی تھیں' اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

وہ جیسے جیسے پڑھتی جارہی تھی' اس کا رواں رواں کانپنے لگا تھا۔ قرآن وہ آئینہ تھا جو بہت شفاف تھا۔ اس میں سب کچھ صاف نظر آتا تھا۔ اتنا صاف کہ کبھی کبھی دیکھنے والے کو خود سے نفرت ہونے لگتی تھی۔

"ان لوگوں کی جزا یہ ہے کہ بے شک ان پہ اللہ کی لعنت ہے۔ اور فرشتوں کی اور سب کے سب لوگوں کی (لعنت ہے) "ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں۔ نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا' اور نہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے۔"

اس نے قرآن بند کردیا۔ یہ خالی زبانی استغفار کافی نہ تھا۔

اس نے نوافل کی نیت باندھی' اور پھر کتنی ہی دیر وہ سجدے میں گر کر روتی رہی۔ جس کے ساتھ ہر پل رہو' جو رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہو' اس کی ناراضی محسوس ہو ہی جاتی ہے اور انسان اس کی ناراضی دور کرنے کے لیے اتنا ہی کوشش کرتا ہے جتنی وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

جب دل کو کچھ سکون آیا تو اس نے اٹھ کر آنسو پونچھے' اور قرآن اٹھا کر ٹھیک اسی آیت سے کھولا جہاں سے چھوڑا تھا۔ آیت روز اوّل کی طرح روشن تھی۔

"مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کرلی...." (اس کا دل زور سے دھڑکا) اور انہوں نے اصلاح کرلی تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا' مہربان ہے۔"

بہت دیر سے روتے دل کو ذرا امید بندھی۔ ذرا قرار آیا۔

یہ توبہ کی قبولیت کی نوید تو نہ تھی' مگر امید ضرور تھی۔

اس نے آہستہ سے قرآن بند کیا۔ میڈم مصباح کہتی تھیں' اگر قرآن کی آیات میں آپ کے لیے ناراضی کا اظہار ہو تو بھی بخشش کی امید رکھا کریں۔ کم از کم اللہ آپ سے بات تو کررہا ہے۔

"وہ ٹھیک ہی کہتی تھیں۔" محمل نے اٹھتے ہوئے سوچا تھا۔

✡ ✡ ✡

مہتاب تائی نے کمرے کے کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔

"محمل سے کہو' شاپنگ کے لیے چلے۔ اس کے جوتے کا ناپ لینا ہے۔ ورنہ بعد میں خود کہے گی کہ پورا نہیں آتا۔"

وہ بیڈ پہ کتابیں کھولے بیٹھی تھی' جبکہ مسرت الماری سے کچھ نکال رہی تھیں۔ تائی کی آواز پہ دونوں نے بری طرح چونک کر انہیں دیکھا تھا جو اسے نظر انداز کیے مسرت سے مخاطب تھیں۔

(تو وہ وسیم والا قصہ ابھی تک باقی ہے؟) اس نے کوفت سے سوچا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں میں پے در پے ہونے والے واقعات نے وقتی طور پہ اسے وہ معاملہ بھلا دیا تھا۔ یہ بھی کہ حسن کی مخالفت ابھی برقرار تھی۔

"مگر تائی اماں' میں انکار کرچکی ہوں۔"

"لڑکی! میں تمہاری ماں سے بات کررہی ہوں۔"

"مگر میں آپ سے بات کررہی ہوں۔" اس کا لہجہ نرم مگر مضبوط تھا۔

"مسرت؟ اس سے کہو تیار ہوجائے' میں گاڑی میں اس کا ویٹ کررہی ہوں۔" وہ کھٹ کھٹ کرتی وہاں سے چلی گئیں۔ اس نے بے بسی سے ماں کو دیکھا۔ وہ اس سے بھی زیادہ ــــ بے بس نظر آرہی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پھوٹتے ہیں۔"

اس کے بے قرار دل کو جیسے ڈھیروں ٹھنڈک مل گئی تھی۔ آنسوؤں کو قرار مل گیا۔ اندر باہر سکون سا اتر گیا۔ اور اس کے بعد جیسے گہری خاموشی چھا گئی۔

سارے ماتم دم توڑ گئے تھے۔ اسے صبر آہی گیا تھا۔ اب رونے کا پہر تمام ہوا تھا۔ کتاب اللہ اس کے پاس تھی' وہ رسول اللہ کی اُمتی تھی' دین کا علم اسے عطا کیا گیا تھا۔ اب کسی شکوے کی گنجائش باقی نہ تھی۔ دور جاہلیت سے نکلنے والے انسان کی زندگی میں مکہ کی سختیاں' مدینہ کی ہجرت' بدر کی جیت اور احد کی شکست آتی ہے۔ طائف کے پتھر بھی آتے ہیں' اور اسریٰ اور معراج کی بلندیاں بھی۔ مگر آخر میں ایک فتح مکہ ضرور آتا ہے اور اس سفر میں کسی کا مکی دور بعد میں آتا ہے اور مدنی دور پہلے آجاتا ہے۔

وہ ایک سال جو اس نے ہمایوں کے ساتھ اپنے گھر میں گزارا' ایک پرسکون من چاہی ریاست میں وہ دور ختم ہوچکا تھا۔ اس کا مکہ اب شروع ہوا تھا۔ طائف کے پتھر اب لگنے لگے تھے۔ مگر وہ جانتی تھی کہ اگر وہ کمزوروں کا رب اس کے ساتھ ہے تو اسے بھی کسی عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ مل جائے گی۔ اسے بھی انگور کے خوشے مل جائیں گے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف کی دعا یاد آئی اور اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ تب ہی دروازہ کھول کر سسٹر اندر داخل ہوئی۔ اسے جاگتا دیکھ کر ذرا سا مسکرائی اور آگے بڑھی۔

"کیسا فیل کررہی ہیں آپ؟" وہ اس کے ساتھ لگی ڈرپ کو چیک کرنے لگی تھی۔

"ہوں۔" وہ جیسے کسی خیال سے جاگی۔ "فائن... الحمدللہ۔"

"آپ کو بہت ٹائم بعد ہوش آیا ہے۔ ڈاکٹرز ہوپ کھوچکے تھے۔"

"معلوم نہیں۔" وہ قدرے بے بسی سے مسکرائی۔ "میں نے تو وقت کا تعین بھی کھو دیا تھا۔"

"مایوسی کی باتیں مت کریں میم! خداوند آپ کی مدد کرے گا۔"

وہ ذرا سی چونکی یہ انگور کے خوشے لے کر ہمیشہ نینوا کے عداس کیوں آتے ہیں۔ اس نے بے اختیار سوچا تھا۔

"ہاں' مجھے یقین ہے وہ میری مدد کرے گا۔" وہ کھل کر مسکرا دی۔ شاید پہلی دفعہ وہ یوں مسکرائی تھی۔

"تمہارا اس کی مدد پہ کتنا ایمان ہے سسٹر؟"

"بہت زیادہ' میم! گرانسٹ مدد مانگنے والوں کو خالی نہیں لوٹاتا۔"

"ہوں۔" وہ نرمی سے مسکراتی اس کا پُریقین چہرہ دیکھے گئی۔ "تم جانتی ہو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ قرآن کیا کہتا ہے؟"

ٹلکی کو تھامے سسٹر میرین کے ہاتھ لمحے بھر کو تھمے۔ اس نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا' اس کی سیاہ آنکھوں میں حیرت بھرا سوال ابھرا تھا۔

محمل نے ایک ثانیے کو اس کی آنکھوں میں دیکھا' پھر آہستہ سے بولی۔

"ہینڈسم' اے ویری ہینڈسم مین' ہی واز مسیح' عیسیٰ بن مریم۔"

"ریلی؟" سسٹر میرین کی آنکھوں میں دیپ سے جل اٹھے۔

"آف کورس' ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ وہ بے حد ہینڈسم تھے' بہت وجیہہ' صرف بیان نہیں ان کے پاس رائٹنگ پاور بھی تھی۔ قلم کی طاقت' وہ بہت اچھا لکھتے تھے اور جانتی ہو وہ اپنے ان مریکلز اور ٹیلنٹس کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟"

"کیا؟" وہ دم بخود بنا پلک جھپکے سن رہی تھی۔

"وہ کہتے تھے' یہ مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔" وہ سانس لینے کو رکی' پھر جیسے یاد کرکے بتانے لگی۔ "جب سے مجھے یہ پتا چلا میں اپنی کوئی بھی تعریف سن کر عیسیٰ علیہ السلام کو کوٹ کرتی تھی' کوئی میری تعریف کرتا' تو میں کہتی یہ مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔"

"بیوٹی فل!" سسٹر میرین بے خودی کہہ اٹھی۔ پھر آہستہ سے چیزیں سمیٹنے لگی۔

"مسز ہمایوں آپ پہلی مسلم ہو جس نے بتایا ہے کہ آپ کی ہولی بک یسوع مسیح کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ ورنہ مسلم ہمیشہ بہت سختی سے کہتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ غلط ہے۔"

"السلام علیکم!" فرشتے نے جھانکا "تم اٹھ گئیں؟"

"ہاں' کب کی۔" وہ چونکی' پھر سنبھل گئی۔ فرشتے اندر چلی آئی۔ عبایا اور سیاہ حجاب کو چہرے کے گرد لپیٹے ہمیشہ کی طرح تازہ اور خوب صورت۔

"آپ نے شادی نہیں کی فرشتے!" محمل نے کہا اور پھر اس نے دیکھا کہ فرشتے کی سنہری آنکھوں میں سایہ سا لہرایا ہے۔

"شادی میں کیا رکھا ہے محمل؟" وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"سنت سمجھ کے کرلیں۔"

وہ سر جھکائے چادر پہ انگلی سے نادیدہ لکیریں کھینچنے لگی۔

"پھر آپ شادی کرلیں گی نا؟"

"جب تک تم ٹھیک نہیں ہوتیں میں شادی نہیں کروں گی۔"

"اور اگر میں کبھی ٹھیک نہ ہوئی تو؟"

"تو میرے لیے تم' ہمایوں اور تیمور بہت ہو' مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے' چلو تمہاری فزیو تھیراپسٹ آنے والی ہوگی۔ اس سے بنا کر رکھو' اب اس کو بھگانا نہیں ہے۔ گھر شفٹ ہوکر بھی روز اس کی شکل دیکھنا تو ہوگی نا۔" فرشتے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

اور وہ ایک خیال اسے اطمینان بخش گیا۔

گھر... اس کا گھر... اپنا گھر... اس ہفتے وہ واپس چلی جائے گی۔

اس نے طمانیت سے سوچا تھا۔

سسٹر میرین فائل ہاتھ میں پکڑے پین سے اس میں کچھ اندراج کررہی تھی۔

محمل تکیوں کے سہارے ٹیک لگائے خاموش گم صم سی بیٹھی تھی۔ اس کے بھورے سیدھے لمبے بال شانوں پہ پھسلتے کمر پہ گر رہے تھے۔ یہ بال کبھی بے حد گھنے اور سلکی ہوتے تھے۔ مگر طویل بیماری نے انہیں بے حد پتلا اور مرجھائے پھول کی پتیوں جیسا کردیا تھا۔

"میڈم!" لکھتے لکھتے ایک دم سسٹر نے سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پہ یکایک ڈھیروں تفکر اُمڈ آیا تھا۔

"ہوں۔" وہ چونکی۔ آج کل وہ پکارے جانے پہ یوں ہی چونک اٹھتی تھی۔

"کافی دن ہوگئے' وہ نہیں آئے۔"

"کون؟"

"وہ کوئی صاحب ہیں' کافی عرصے سے آپ کو دیکھنے آرہے ہیں۔ کافی بڑی عمر کے ہیں' اتنی لمبی داڑھی بھی ہے۔ بہت کائنڈ اور جینٹل سے ہیں۔"

"کب سے آرہے ہیں؟"

"میں تین سال سے ادھر ہوں' جب سے انہیں آتا دیکھتی ہوں عموماً" فرائی ڈے کو آتے ہیں' بس ادھر سے جھانک کر۔" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا' اور مجھ سے آپ کا حال پوچھ کر چلے جاتے ہیں' کبھی آپ کے پاس رکے نہیں۔"

"کیا میرے کوئی رشتہ دار ہیں؟" سوال کرنے کے ساتھ ہی اس کے ذہن کے پردے پہ بہت سے چہرے ابھرے۔ آغا ہاؤس کے خوش حال و مطمئن چہرے' ایک کسک سی دل میں اٹھی۔ کیا ان کو وہ یاد ہوگی؟ کیا کبھی اپنے عیش و آرام سے فرصت پاکر انہوں نے اس کے لیے چند لمحے نکالے ہوں گے؟

"نہیں' وہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے رشتہ دار نہیں ہیں۔ بس یوں ہی جاننے والے ہیں۔"

"فرشتے اور میرے ہزبینڈ... ان کو جانتے تھے وہ؟"

"ان کے ہوتے ہوئے تو وہ کبھی نہیں آئے' ہمیشہ ان کی غیر موجودگی میں آتے ہیں۔ مگر اب کافی دن ہوگئے نہیں آئے۔"

"کوئی نام' اتا پتا؟"

"کبھی بتایا نہیں۔" سسٹر اب دوبارہ فائل پہ جھکی اندراج کرنے لگی۔ وہ مایوس سی ہوگئی۔ جانے کون تھا'

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

تھیں۔
"اماں آپ....."
"ابھی چلی جاؤ' محمل! ورنہ وہ ہنگامہ کردیں گی۔"
"یہ سمجھتی کیوں نہیں ہیں؟" وہ زچ سی ہو کر کتابیں رکھنے لگی۔
"شاید حسن کچھ کرسکے۔ مجھے حسن سے بہت امید ہے۔"
"اور مجھے اللہ سے ہے!" وہ کچھ سوچ کر عبایا پہننے لگی۔ پھر سیاہ حجاب چہرے کے گرد لپیٹا اور پن لگائی۔ خوامخواہ ہنگامہ کرنے کا فائدہ نہ تھا۔ چلی ہی جائے تو بہتر ہے۔ باقی بعد میں دیکھا جائے گا۔
لاؤنج میں سیڑھیوں کے پاس لگے آئینے کے سامنے وہ رکی۔ ایک نظر اپنے عکس کو دیکھا۔ سیاہ حجاب میں سنہری چہرہ دمک رہا تھا۔ اونچی پونی ٹیل سے حجاب پیچھے سے اٹھ سا گیا تھا اور بہت اچھا لگ رہا تھا۔
وہ یونہی خود کو دیکھتی پلٹی ہی تھی کہ آخری سیڑھی اترتے حسن پہ نظر پڑی۔
"کدھر جارہی ہو؟"
"تائی اماں کے ساتھ شادی کی شاپنگ پہ۔"
"تم راضی ہو محمل؟" وہ بھونچکا سا اس کے قریب آیا۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی۔
"اس گھر میں' مجھے اپنی رضا سے اس فیصلے کا اختیار نہیں ملا حسن بھائی۔"
وہ کتنے ہی لمحے خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے لب وا کیے۔
"ہم کورٹ میرج کرلیتے ہیں۔"
اور محمل کو لگا اس نے تھپڑ دے مارا ہے۔
"آپ کو پتہ ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ بمشکل ضبط کرپائی تھی۔
"ہاں' میں تمہیں اس دلدل سے نکالنے کی بات کررہا ہوں۔"
"آپ کورٹ میرج کی بات..؟ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ مجھ سے یہ بات کریں گے۔"
"تمہیں اعتراض کیوں ہے محمل! یہ تمہاری شادی زبردستی وسیم سے کردیں گے اور تم۔"
"حسن بھائی پلیز' آپ کو پتا ہے کورٹ میرج کیا ہوتی ہے؟ سرکاری شادی کاغذوں کی شادی۔ میں ایسی شادی کو نہیں مانتی جس میں لڑکی کے دل کی مرضی شامل نہ ہو۔"
اور میں کیوں یوں چھپ کر شادی کروں گی؟ نہ آپ سے' نہ وسیم سے۔ میرا راستہ چھوڑیں۔" وہ بے بس سا سامنے سے ہٹا تو وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔
گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی مہتاب تائی اس کا انتظار کررہی تھیں۔ وہ اندر بیٹھی' اور دروازہ ذرا زور سے بند کیا۔
اسی پل ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر کوئی اندر بیٹھا۔ اس نے ڈرائیور سمجھ کر یونہی بیک ویو میں دیکھا تو جھٹکا سا لگا۔
وہ وسیم تھا۔ اپنے ازلی معنی خیز انداز میں مسکراتے' وہ گاڑی اسٹارٹ کرچکا تھا۔ اسے لگا اس سے غلطی ہوچکی ہے' مگر اب کیا کیا جاسکتا تھا۔؟
لب کچلتی وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔
تائی مہتاب منگنی کی شاپنگ کررہی تھیں یا شادی کی' وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ بس چپ چاپ ان کے ساتھ میٹرو میں چلی آئی۔ وہ جہاں بیٹھیں' ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔
"سنا ہے' تم نے بڑا شور ڈالا تھا۔" تائی اٹھ کر ایک شوکیس کے قریب گئیں تو وہ اس کے ساتھ صوفے میں دھنس کر بیٹھا۔ محمل بدک کر اٹھی۔
"ارے بیٹھو بیٹھو۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"
شاپ کی تیز پیلی روشنیاں وسیم کے چہرے پہ پڑ رہی تھیں' گریبان کے کھلے بٹن' گردن سے لپٹی چین' اور شوخ رنگ کی شرٹ اف' اسے اس سے کراہت آئی تھی۔
"کیا بات کرنی ہے؟"
"تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو کس سے کرنا چاہتی ہو؟" وہ استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا

تھا۔ اس کے ذہن کے پردے پہ ایک چہرہ سا ابھرا۔ ایک اندرونی خواہش۔ ایک دبتی' دبائی محبت کی ادھوری داستان' اس نے بے اختیار سر جھٹکا۔
"نہ آپ سے' نہ کسی اور سے۔ آپ میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"
"ایسے نہیں محمل ڈیر' ابھی تو ہم نے بہت وقت ساتھ گزارنا ہے۔" وہ کھڑے ہو کر اس کے قریب آیا۔ وہ پھر دو قدم پیچھے ہٹی' دکان لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ پھر بھی محمل کو اس کے بے باک انداز سے خوف آتا تھا۔ نہ معلوم وہ کیا کر ڈالے۔
"اچھا ادھر آؤ' مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آرہا تھا "ادھر آئس کریم پارلر میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"
"تائی..... تائی اماں۔" بے بس سی وہ بھیڑ میں تائی مہتاب کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔
"تمہاری تائی کو ان کی کوئی فرینڈ مل گئی ہے' وہ ابھی نہیں آئیں گی۔ تم ادھر قریب تو آؤ نا محمل ڈیر۔" وسیم نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامنا چاہی' اس کی انگلیاں اس کی کلائی سے ذرا سی مس ہوئیں۔ محمل کو جیسے کرنٹ سا لگا۔ ہاتھ میں پکڑا ہینڈ بیگ اس نے پوری قوت سے وسیم کے منہ پہ دے مارا۔
"گھٹیا آدمی' پیچھے ہو!" وہ چلائی تھی۔
بیگ اس کی ناک پہ زور سے لگا تھا' وہ بلبلا کر پیچھے ہٹا۔ شور کی آواز پہ بہت سے لوگ ادھر متوجہ ہوئے۔ سیلز بوائز کام چھوڑ کر ان کی طرف لپکے۔
"یو..... یو بچ.....! وسیم تو غصے سے پاگل ہی ہوگیا۔ ناک پہ ہاتھ رکھے' وہ جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک لڑکے نے اسے پیچھے سے پکڑ لیا۔
"کیا تماشا ہے؟ کیوں بچی کو تنگ کررہے ہو؟"
"میڈم' کیا ہوا ہے؟ یہ بندہ تنگ کررہا تھا آپ کو؟"
بہت سی آوازیں آس پاس ابھریں۔ کچھ لڑکوں نے وسیم کو بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔
"یہ مجھے تنگ کررہا تھا۔ اکیلی لڑکی جان کر۔" اس نے بمشکل خود کو سنبھالا اور کہہ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اسے معلوم تھا' اب کیا ہوگا۔ اور واقعی' وہی ہوا' اگلے ہی لمحے وہ لڑکے وسیم پہ پل پڑے۔ وہ گالیاں بکتا خود کو چھڑانے کی کوشش کررہا تھا' مگر وہ سب بہت زیادہ تھے۔ "مارو..... اسے اور مارو..... شریف لڑکیوں کو چھیڑتا ہے۔"
ایک عمر رسیدہ صاحب ہجوم کے پاس کھڑے غصے سے کہہ رہے تھے۔
"زور سے مارو۔ اسے عبرت کی مثال بنادو۔"
"اپنے گھر ماں' بہن نہیں ہے کیا۔؟"
اور وہ ماں جب تک دوکان میں لگے ہجوم تک پہنچی' وہ وسیم کو مار مار کر ادھ موا کرچکے تھے۔ تائی اس کی طرف لپکیں۔ تھوڑی ہی دور صوفے پہ محمل بیٹھی تھی۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے' مطمئن سی وسیم کو پٹتے دیکھ رہی تھی۔
"محمل۔ یہ اسے کیوں مار رہے ہیں۔؟"
"کیونکہ اس کے باپ کے کہنے پہ مجھے کبھی ایسے ہی مارا گیا تھا۔"
"بکواس مت کرو۔"
"بڑی دلچسپ بکواس ہے یہ' آپ بھی انجوائے کریں نا۔" وہ محظوظ سی وسیم کو پٹتے دیکھ رہی تھی۔ شاپ کا بوکھلایا ہوا مینیجر اور سیلز بوائز' مشتعل نوجوانوں کو چھڑانے کی کوشش کررہے تھے۔
"سر پلیز۔ سر دیکھیں۔" سیلز بوائز کی منت کے باوجود وہ لڑکے ان کو دیکھنے کی زحمت ہی نہیں کررہے تھے۔ حواس باختہ سی تائی مہتاب ان کی طرف دوڑیں۔
"میرے بیٹے کو چھوڑو' پڑے ہٹو مردود!" وہ چلا چلا کر ان لڑکوں کو ہٹانے کی سعی کررہی تھیں۔
صوفے پہ بیٹھی محمل مسکراتے ہوئے چپس کا پیکٹ کھول رہی تھی۔
"اب یہ مرتے دم تک مجھے ساتھ نہیں لائیں گی۔" ساری صورتحال سے لطف اندوز ہوتی وہ چپس نکال کر کترنے لگی۔

☆ ☆ ☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کیوں آتا تھا۔

رات میں فرشتے آئی تو اس نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"مجھے ادھر دیکھنے کون کون آتا ہے فرشتے؟"

"ہم سب۔" وہ اس کے بھورے بالوں میں برش کر رہی تھی۔

"آغا جان لوگ کبھی نہیں آئے؟"

"پتا نہیں۔" دونوں ہاتھوں میں اس کے بال پکڑ کر اس نے اونچے کیے اور پونی باندھی، پھر سیدھی لمبی پونی ٹیل کو احتیاط سے آہستہ آہستہ اوپر سے نیچے برش کرنے لگی۔

"کوئی تو آیا ہوگا۔"

"میں ان لوگوں کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی محمل۔ پلیز مجھے دکھ مت دو۔" اس کے انداز میں منت بھرا احتجاج تھا، پھر محمل کچھ نہ پوچھ سکی۔ سر جھکائے بال بنواتی رہی۔

"یہ دیکھو۔" فرشتے نے پاکٹ مرر اس کے چہرے کے سامنے کیا۔ اس نے جھکا سر اٹھایا، آئینے میں اپنا عکس دکھائی دیا تو لمحے بھر کو وہ پہچان ہی نہ پائی۔

بے حد کمزور چہرہ اندر کو دھنسے ہوئے گال، زردی مائل پھیکی رنگت، آنکھوں کے نیچے گہرے جامنی حلقے، پژمردہ، بیمار، روکھا پھیکا سا چہرہ، اوپر اونچی پونی ٹیل، جو کبھی اس تر و تازہ سی محمل ابراہیم پہ بہت اچھی لگتی تھی، اس بیمار، لاغر محمل پہ بہت بری لگ رہی تھی۔

"رہنے دیں، مجھے یہ بال نہیں بنانے۔" اس نے ہاتھ سے پونی پکڑ کر کھینچی۔ بال شکنجے سے نکل کر شانوں پہ بکھر گئے اور پونی اس کے ہاتھ میں آگئی۔

"کیوں کھول دیے؟" فرشتے کو تاسف ہوا۔

"میں ایسے بال نہیں بنانا چاہتی، پلیز مجھے دکھ مت دیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے الفاظ لوٹا گئی۔ فرشتے چپ سی ہوگئی اور پھر کمرے سے نکل گئی۔ شاید وہ جانتی تھی کہ اس وقت محمل کو تنہا چھوڑ دینا ہی بہتر ہوگا۔

☆ ☆ ☆

ہمایوں کا گھر۔ محمل کا گھر۔ ہمایوں اور محمل کا گھر۔

وہ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ خوب صورتی سے آراستہ، کونا کونا چمکتا ہوا، فانوس کی روشنیاں، جگر جگر کرتی بتیاں، قیمتی پردے، یہ ہی سب پہلے بھی اس کے گھر میں تھا، اب بھی تھا، مگر رنگ بدل گئے تھے۔ لاؤنج کے صوفے، پردے یہاں تک کہ گملے بھی بدل گئے تھے۔ چیزیں رکھی گو اسی ترتیب میں تھیں، مگر ان کا رنگ پہلے جیسا نہ تھا۔ ہر شے نئی تھی، جیسے ہمایوں تھا۔ اپنی جگہ پہ ویسے ہی موجود، مگر پھر بھی بدل چکا تھا۔

"کیسا لگا تمہیں اپنا گھر؟" اس کی وہیل چیئر پیچھے سے دھکیلتی فرشتے خوش دلی سے پوچھ رہی تھی۔

وہ گم صم سی، خالی خالی آنکھوں سے در و دیوار کو دیکھے گئی۔ سات سال پہلے وہ اس کا گھر تھا۔ اب شاید وہ صرف ہمایوں کا تھا۔

ڈاکٹرز نے اس کا مزید اسپتال میں رہنا بے فائدہ کہہ کر اسے گھر شفٹ کر دیا تھا۔ اس کی بیماری وہیں تھی۔ دایاں ہاتھ ٹھیک، بایاں ہاتھ و بازو زد راست اور نچلا دھڑ مکمل طور پر مفلوج، وہ کہتے تھے کہ وہ اچانک کبھی ٹھیک ہو سکتی ہے اور ساری عمر بھی اس طرح رہ سکتی ہے۔ بس آپ دعا کریں، اب وہ کیا کہتی، آپ کو لگتا ہے کہ ہم دعا نہیں کرتے؟ مگر ایسی باتیں کہی کہاں جاتی ہیں۔

فرشتے اسے لاؤنج کے ساتھ بنے کمرے کی طرف لے گئی۔ اس نے وہ اس کے مطابق سیٹ کروا دیا تھا۔

"مگر میرا کمرہ تو اوپر تھا فرشتے۔"

"محمل۔ سیڑھیاں چڑھنا اس وہیل چیئر کے ساتھ۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔

"اور ہمایوں کا سامان؟" کچھ دیر بعد چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے وہ پوچھ بیٹھی۔ "ان کا سامان کدھر ہے؟"

"ہمایوں تو۔۔۔ میں نے اسے کہا تھا۔ مگر۔۔۔ آئی تھنک وہ اپنے کمرے میں زیادہ کمفرٹیبل ہے۔"

"تو وہ یہاں نہیں آئیں گے؟" محمل ششدر رہ گئی۔

"کوئی بات نہیں محمل! وہ اسی گھر میں رہتا ہے، کسی بھی وقت آ جا سکتا ہے۔" فرشتے خوامخواہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

"نہیں فرشتے! تم ان سے کہو کہ وہ مجھے یوں اکیلا تو نہ کریں۔"

اس نے بے اختیار فرشتے کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد وہ صرف ایک دفعہ اس سے ملنے آیا تھا، پھر کبھی نہیں آیا۔

"محمل، پلیز، میرے لیے تم دونوں بہت عزیز ہو، وہ کزن ہے اور تم بہن، اس لیے میں نہیں چاہتی کہ میری کسی بات سے وہ یا تم ہرٹ ہو۔ پلیز مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں تم دونوں کے پرسنلز میں دخل دوں، مجھے اس کا کوئی حق نہیں ہے۔" اس نے بہت نرمی سے اسے سمجھایا۔ وہ اس کے ہاتھ تھامے گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ محمل لاجواب سی ہو گئی۔

"اور تیمور؟ اس کا کمرہ کدھر ہے؟" بے اختیار اسے یاد آیا۔

"لاؤنج کے اس طرف والا کمرہ۔"

"ہمایوں اسے اپنے ساتھ نہیں سلاتے؟ وہ اتنا چھوٹا ہے، وہ اکیلا کیسے سو سکتا ہے؟" اس کا دل تڑپ کر رہ گیا۔

"جن بچوں سے بچپن میں ہی ان کے ماں، باپ دونوں چھن جائیں، وہ عادی ہو جاتے ہیں محمل! اگر وہ مجھے پسند کرتا ہوتا تو میں اسے ساتھ سلاتی مگر۔۔۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔"

"کیوں؟" وہ بنا سوچے بول اٹھی۔ جواباً فرشتے اداسی سے مسکرائی۔

"وہ تو تمہیں بھی پسند نہیں کرتا، کیا اس میں تمہارا قصور ہے؟"

محمل کا سر آہستہ سے نفی میں ہل گیا۔

"سو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے، اگر وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔ تم بیٹھو، میں کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔ اب تم نارمل فوڈ لے سکتی ہو۔ میں نے ڈاکٹر سے بات کر لی تھی۔" وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو محمل بے اختیار کہہ اٹھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں فرشتے! میں کبھی آپ کی اس کیئر کا بدلہ نہیں دے سکتی۔"

"میں نے بدلہ کب مانگا ہے؟" وہ نرمی سے اس کا گال تھپتھپا کر باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

دن پژمردگی سے گزرنے لگے۔ وہ سارا دن کمرے میں پڑی رہتی، یا فرشتے کے زبردستی مجبور کرنے پہ باہر لان میں آتی اور وہاں بھی گم صم ہی رہتی، فرشتے ہی کوئی نہ کوئی بات کر کے اس کا ذہن بٹا رہی ہوتی اور یہ باتیں عموماً فرشتے اس سے نہیں کرتی تھی۔ بلکہ اس کی وہیل چیئر دھکیلتے ہوئے کبھی وہ کیاری میں گوڈی کرتے مالی سے مخاطب ہوتی، تو کبھی برآمدے کا فرش دھوتی ملازمہ سے۔ فرشتے اب اتنا نہیں بولتی تھی جتنا پہلے بولتی تھی۔ اس کا انداز پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اور یہ وقت کا اثر تھا، وہ اثر جو نہ چاہتے ہوئے بھی وقت ہر انسان پہ چھوڑ ہی جاتا ہے۔

فرشتے نے گھر کو اچھی طرح سے سنبھالا ہوا تھا۔ گو کہ ہر کام کی جز وقتی ملازمائیں رکھی ہوئی تھیں مگر تمام انتظام اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے باوجود وہ نہ کسی پہ حکم چلاتی تھی، نہ اس گھر کی پرائیویسی میں دخل دیتی تھی۔ محمل یا ملازموں سے بات کرنے کے علاوہ وہ زیادہ کلام بھی نہ کرتی تھی۔ تیمور اور ہمایوں کے کمرے کے اندر وہ نہیں جاتی تھی، بلکہ دروازے پہ کھڑے ہو کر صفائی کرواتی۔ ملازموں کو تنخواہ ہمایوں دیتا تھا۔ فرشتے گیسٹ روم میں ہی قیام پذیر تھی۔ ہمایوں سے بات وہ بہت کم کرتی تھی، وہ بھی شدید ضرورتاً" اور تیمور تو ویسے بھی ہر شے سے چڑا ہوا لڑکا تھا۔ سو وہ اسے مخاطب نہیں کرتی تھی۔ کبھی جو کر لے تو تیمور اس بدتمیزی سے پیش آتا کہ الامان۔

محمل نے نوٹ کیا تھا کہ تھوڑی دیر بدتمیزی کر کے تیمور چیخنے چلانے پہ آجاتا تھا اور اگر مزید کچھ کہا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اس نے دروازہ ہولے سے بجایا۔ مدھم دستک نے خاموشی میں ارتعاش سا پیدا کیا۔
"آجاؤ محمل!" اندر سے فرشتے کی تھکن زدہ مسکراتی آواز آئی اس نے حیرت سے دروازہ کھولا۔
"السلام علیکم۔ اور آپ کو کیسے پتا کہ یہ میں ہوں؟"
"میں تمہاری چاپ پہچانتی ہوں۔" وہ بیڈ پہ بیٹھی تھی گھٹنوں پہ لحاف پڑا تھا۔ ہاتھ میں کوئی کتاب تھی۔ بھورے سیدھے بال شانوں پہ تھے۔ اور چہرے پہ ذرا سی تکان تھی۔ محمل اندر داخل ہوئی تو فرشتے نے کتاب سائیڈ ٹیبل پہ ڈال دی اور ذرا سا کھسک کر جگہ بنائی۔ "آؤ بیٹھو۔"
"نائس روم۔ فرسٹ ٹائم آئی ہوں آپ کے ہاسٹل!" محمل ستائشی نگاہیں اطراف میں ڈالتی بیڈ کی پائنتی کے قریب بیٹھی۔ وہ اسکول یونیفارم میں ملبوس تھی، جبکہ فرشتے بالکل مختلف گھر۔۔ والے حلیے میں تھی۔
"پھر کیسا لگا ہاسٹل؟"
"بہت اچھا اور آپ آج اسکول کیوں نہیں آئیں؟"
"یونہی۔ طبیعت ذرا مضمحل سی تھی۔" وہ تکان سے مسکرائی۔ اس کا چہرہ محمل کو بہت زرد سا لگا تھا۔ شاید وہ بیمار تھی۔
"اپنا خیال رکھا کریں۔" پھر قدرے توقف سے گویا ہوئی۔ "آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چل کر کیوں نہیں رہتیں؟ وہ آپ کا بھی گھر ہے، آپ کا حق ہے اس پہ، آپ کو اس گھر میں سے اپنا حصہ مانگنا چاہیے۔"
"مجھے مٹی کے مکان کا کیا کرنا ہے؟ وہ تو میں ایک دن خود بھی بن جاؤں گی مجھے تو رشتوں میں سے حق چاہیے۔"
"تو ان پہ زور دیں نا۔"
"کوئی اور بات کرو محمل!"
"اف!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ "مجھے علم ہی نہ تھا کہ میری ایک بہن بھی ہے اور ساری عمر میں بہن کے لیے ترستی رہی۔"
"ہم لوگوں کے ساتھ کے لیے نہیں ترستے محمل، ہم لوگوں کے ساتھ کی "چاہ" کے لیے ترستے ہیں، اور اسی چاہ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ لوگ مل جاتے ہیں تو پھر یوں لگتا ہے کہ وہ تو کچھ نہ تھے۔ سب کچھ تو وہ چاہ تھی جس کی ہم نے صدیوں پرستش کی تھی۔"
"آپ بیمار ہو کر کافی فلسفی ہو گئی ہیں، سو پلیز، اچھا سنیں، ایک بات بتاؤں۔" وہ پُرجوش سی بتانے لگی۔
"کل تائی اماں مجھے وسیم کے ساتھ شاپنگ پہ لے گئیں، اور میں نے اسے شاپ میں لوگوں سے پٹوایا۔"
"آپ بیمار ہو کر کافی فلسفی ہو گئی ہیں، سو پلیز، اچھا سنیں، ایک بات بتاؤں۔" وہ پرجوش سی بتانے لگی۔
"کل تائی اماں مجھے وسیم کے ساتھ شاپنگ پہ لے گئیں، اور میں نے اسے شاپ میں لوگوں سے پٹوایا۔"
"بری بات۔ قرآن کی طالبہ ایسی ہوتی ہے کیا؟"
"ارے اس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی تھی اور اسے سبق سکھانے کے لیے یہ ضروری تھا یو نو، سیلف ڈیفنس! ہمایوں کیسا ہے؟" ایک دم اس نے پوچھا اور خود بھی حیران رہ گئی۔
"اب بہتر ہے۔"
"اوہ شکر الحمد اللہ۔" وہ واقعتاً خوش ہوئی تھی۔ چہرہ جیسے کھل اٹھا تھا۔ فرشتے بغور اس کے تاثرات جانچ رہی تھی۔
"تم اسے پسند کرتی ہو، رائٹ؟"
اس کی نگاہیں بے اختیار جھک گئیں۔ رخسار گلابی پڑ گئے۔ اسے توقع نہ تھی کہ فرشتے اتنے آرام سے پوچھ لے گی۔
"بتاؤ نا۔" فرشتے ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہوئی اور غور سے اس کا جھکا چہرہ دیکھا۔
"پتا نہیں!"
"مجھے سچ بولنے والی محمل پسند ہے۔"

"ہاں، شاید۔" اس نے اعتراف کرتے ہوئے پل بھر کو نگاہیں اٹھائیں۔ فرشتے ہنوز سنجیدہ تھی۔
"اور ہمایوں؟"
"ہمایوں؟" اس کے لب مسکرا دیے۔ "وہ کہتا ہے، وہ بیچ راہ میں چھوڑ دینے والوں میں سے نہیں ہے۔" وہ سر جھکائے مسکراتی ہوئی بیڈ شیٹ پہ انگلی پھیر رہی تھی۔ دوسری طرف دیر تک خاموشی چھائی رہی تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔
فرشتے بالکل خاموش تھی۔ اس کے دل کو یونہی شک سا ہوا" کہیں فرشتے تو ہمایوں سے۔۔۔؟ آخر وہ دونوں ساتھ پلے بڑھے تھے۔" اس کا دل زور سے دھڑکا۔
"کیا سوچ رہی ہیں؟"
"یہی کہ جب میں، ہمایوں کے لیے تمہارا رشتہ لینے جاؤں گی تو کریم چچا مجھے شوٹ تو نہیں کر دیں گے؟ آخر میں ہمایوں کی بہن ہوئی نا!"
اور محمل کھلکھلا کر ہنس دی۔ سارے وہم، شک و شبہے ہوا ہو گئے۔ فرشتے بھلا ایسی فیلنگز کیسے رکھ سکتی تھی؟ وہ عام لڑکیوں سے بہت مختلف تھی۔
"اچھا یہ دیکھو۔" اس نے کتاب میں سے ایک لفافہ نکالا۔ "ایک لنچ انوی ٹیشن ہے۔ مجھے انوائیٹ کیا ہے نسیم آنٹی نے۔ وہ اماں کی ایک پرانی فرینڈ ہیں، ان ہی کے کلب میں ہے اس سنڈے کو۔ تم چلو گی۔؟"
"مگر ادھر کیا ہو گا؟"
"یہ تو مجھے نہیں پتہ۔ صرف لنچ ہے۔ آنٹی نے کہا اگر میں آجاؤں تو اچھا ہے، اماں کی کچھ پرانی فرینڈز سے بھی مل لوں گی۔ تم چلو گی؟"
"شیور!" وہ پورے دل سے مسکرائی، اور پھر کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلی آئی۔

✡ ✡ ✡

اتوار کی دوپہر وہ مقررہ وقت پہ مدرسے کے برآمدے میں کھڑی تھی۔ سیاہ عبایا میں ملبوس سیاہ حجاب چہرے کے گرد لپیٹے، وہ گھڑی بار بار کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھتی تھی۔ عبایا وہ اب کبھی کبھی باہر پہنتی تھی، ہاں نقاب نہیں کرتی تھی، صرف حجاب لے لیتی۔
دفعتاً اوپر سیڑھیوں پہ آہٹ ہوئی۔ محمل نے سر اٹھایا۔
فرشتے تیزی سے زینے اتر رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں چابی پکڑے، دوسرے سے وہ پرس میں کچھ کھنگال رہی تھی۔
"السلام علیکم، تم پہنچ گئیں، چلو!" عجلت میں کہتے ہوئے اس نے پرس بند کیا اور برآمدے کی سیڑھیاں اتر گئی۔ محمل اس کے پیچھے ہو لی۔
"ہمایوں گھر میں ہی ہو گا مل نہ لیں؟" وہ گیٹ کے باہر رک کر بولی تو محمل مسکرا دی۔
"شیور!"
وہ لاؤنج میں ہی تھا، صوفے پہ بیٹھے، پاؤں میز پہ رکھے، چند فائلز کا سرسری سا مطالعہ کر رہا تھا۔ انہیں آتے دیکھا تو فائلز رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"خوش آمدید!" فرشتے کے پیچھے آتی محمل کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا تھا۔ اس کا چہرہ پہلے سے قدرے کمزور لگ رہا تھا، مگر ہسپتال میں پڑے ہمایوں سے وہ خاصا بہتر تھا۔
"میں ہمایوں کو اتنے سالوں میں بھی السلام علیکم کہنا نہیں سکھا سکی، محمل! اور کبھی تو مجھے لگتا ہے میں اسے کچھ بھی نہ سکھا سکوں گی۔"
"اچھا بھئی۔ السلام علیکم۔" وہ ہنس دیا تھا۔
"بیٹھو۔"
وہ اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئی مگر فرشتے کھڑی رہی۔
"نہیں ہمایوں ہمارے پاس بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔"
"مگر تمہاری بہن تو بیٹھ گئی ہے۔"
فرشتے نے مڑ کر محمل کو دیکھا جو آرام سے صوفے پہ بیٹھی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

جائے تو وہ چیزیں اٹھا کر توڑ پھوڑ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ فرشتے بہت محتاط طریقے سے اس گھر میں رہ رہی تھی، جیسے اس کے ذہن میں تھا کہ اسے جلد ہی یہاں سے چلے جانا ہے۔ ملازمہ بلقیس نے اسے بتایا تھا کہ فرشتے اپنے پیسوں سے ماہانہ راشن کی چیزیں لے آتی تھی، خصوصاً" چکن اور گوشت، ہمیشہ وہ خود ہی خریدتی تھی۔ جب ہمایوں کو پتا چلا اور اس نے اسے روکنا چاہا تو فرشتے نے صاف کہہ دیا کہ اگر اس نے اسے روکا تو وہ واپس اسکاٹ لینڈ چلی جائے گی۔ نتیجتاً" ہمایوں خاموش ہو گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ان پہ بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی اور شاید اس کے ذہن میں یہ ہو کہ کہیں کوئی اسے مفت خور نہ سمجھے۔ اپنی عزت نفس اور وقار کو اس نے ہمیشہ قائم رکھا تھا، محمل خود کو اس کا زیربار محسوس کرنے لگی تھی۔

ہمایوں سے اس کی ملاقات نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ وہ کبھی دوپہر میں گھر آتا تو کبھی رات کو۔ کھانا وہ اپنے کمرے میں کھاتا۔ اور پھر وہیں رہتا اکثر بہت رات گئے گھر آتا۔ وہ انتظار میں لاؤنج میں وہیل چیئر پہ بیٹھی ہوتی۔ وہ آتا سرسری سا حال پوچھتا اور اوپر سیڑھیاں چڑھ جاتا اور وہ اس کی پشت کو نم آنکھوں سے دیکھتی رہ جاتی۔

تیمور دوپہر میں اسکول سے آتا تھا۔ وہ کھانا ڈائننگ ٹیبل پہ اکیلے کھاتا تھا۔ اگر محمل کو ادھر بیٹھے دیکھتا تو فوراً" واپس چلا جاتا، نتیجتاً" بلقیس اسے اس کے کمرے میں کھانا دے آتی۔ وہ جنک فوڈ کھاتا تھا۔ برگر پیٹیز کے ڈبوں سے فریزر اور فرنچ فرائیز کے لیے آلوؤں سے سبزی والی ٹوکری بھری رہتی۔ کھانے پینے کا وہ بہت شوقین نہ تھا۔ اسکول سے لائے چپس کے پیکٹس اور چاکلیٹس عموماً" کھاتا نظر آتا۔ شام کو ٹی وی لاؤنج میں کارٹون لگائے بیٹھا رہتا۔ اگر محمل کو آتے دیکھتا تو اٹھ کر چلا جاتا۔

وہ جان ہی نہ پا رہی تھی کہ وہ اتنا ناراض کس بات پر ہے؟ آخر اس نے کیا ہی کیا ہے؟

اس گھر کے وہ تینوں مکین اجنبیوں کی طرح رہ رہے تھے اور اب وہ چوتھی اجنبی ان کی اجنبیت بٹانے کو آ گئی تھی۔

فرشتے شام میں مدرسے جاتی تھی۔ وہ غالباً" اب شام میں کلاسز لے رہی تھی۔ محمل نے ایک دفعہ پوچھا تو وہ اداسی سے مسکرا دی تھی۔

"صبح کی کلاسز لینا اسپتال کی وجہ سے ممکن نہ تھا۔" مختصراً" بتا کر وہ حجاب درست کرتی باہر نکل گئی تھی۔

وہ محمل کا بہت خیال رکھتی تھی۔ اس کی دوا، مساج، مفلوج اعضاء کی ایکسرسائز، فزیوتھراپسٹ کے ساتھ اس پہ محنت کرنا، پھر غذا کا خیال، وہ انتھک لگی رہتی، بلا کسی اجر کی تمنا کیے یا احسان جتائے۔

اس شام بھی فرشتے مدرسے گئی ہوئی تھی، جب سیاہ بادل آسمان پہ چھانے لگے۔ ہمایوں تو کبھی بھی شام میں گھر نہیں ہوتا تھا۔ تیمور جانے کہاں تھا۔ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر منظر دیکھ رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے دن میں رات کا سماں بندھ گیا بادل زور سے گرجنے لگے۔ موٹی موٹی بوندیں ٹپ ٹپ گرنے لگیں، بجلی کڑکتی تو ایک لمحے کو خوف ناک سی روشنی بکھر جاتی۔

اسے بارش سے پہلے کبھی ڈر نہیں لگا تھا۔ مگر آج لگ رہا تھا۔ ہمایوں نہیں تھا، فرشتے بھی نہیں تھی، اسے لگا وہ بہت اکیلی ہے، تنہا ہے۔

بجلی بار بار کڑک رہی تھی۔ ساتھ ہی اس کی دھڑکن بھی تیز ہو گئی تھی۔ بے اختیار اسے پسینہ آنے لگا، کیا کرے، کسے بلائے؟

وہ تیزی سے وہیل چیئر کے پہیے دونوں ہاتھوں سے چلاتی لاؤنج میں آئی۔ فون ایک طرف تپائی پہ دھرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک چٹ بھی تھی جس پر ہمایوں اور فرشتے کے نمبر لکھے تھے۔ وہ غالباً" تیمور کے لیے لکھے گئے تھے۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے ریسیور اٹھایا اور فرشتے کا نمبر ڈائل کیا، پھر ریسیور کان سے لگایا۔

گھنٹی جا رہی تھی، مگر وہ اٹھا نہ رہی تھی۔ غالباً" کلاس میں تھی۔ اس نے مایوسی سے فون رکھ دیا، تب ہی نگاہ دوبارہ اس چٹ پہ پڑی۔

کچھ سوچ کر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ ریسیور دوبارہ اٹھایا۔ نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کی انگلیاں لرز رہی تھیں۔

تیسری گھنٹی پہ ہمایوں نے ہیلو کہا تھا۔

"ہ... ہیلو... ہمایوں۔" وہ بمشکل بول پائی تھی۔

"کون؟"

"میں محمل۔"

دوسری جانب ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا۔

"ہاں بولو۔" مصروف، سرد مہری آواز ابھری۔

"آپ... آپ کدھر ہیں؟"

"پرابلم کیا ہے؟" قدرے بے زاری۔

"وہ... وہ باہر اسٹورم (طوفان) آ رہا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے، پلیز آپ گھر آ جائیں۔" اس کا گلا رندھ گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"او ہو۔ میں میٹنگ میں بیٹھا ہوں۔ ابھی کہاں سے آ جاؤں۔"

"مجھے نہیں پتا، پلیز آ جائیں، جیسے بھی ہو۔" باہر طوفان کا شور بڑھ رہا تھا، ساتھ ہی اس کے آنسوؤں میں شدت آ گئی تھی۔

"میں نہیں آ سکتا، فرشتے یا کسی ملازمہ کو بلا لو۔" وہ جھلایا تھا۔

"فرشتے گھر پہ نہیں ہے، آپ آ جائیں ہمایوں! پلیز۔"

"کیا بکواس ہے؟ اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم معذری کا ڈرامہ رچا کر میری ہمدردی حاصل کر سکتی ہو تو اس خیال کو دل سے نکال دو اور مجھے میری زندگی جینے دو، خدا کے لیے اب پیچھا چھوڑ دو میرا۔" اور ٹھک سے فون بند ہو گیا۔

وہ سکتے کے عالم میں ریسیور ہاتھ میں لیے سن سی بیٹھی رہ گئی۔ کتنے لمحے گزرے، کتنے بادل گرجے، کتنی بجلی چمکی، کتنے قطرے برسے، وہ ہر شے سے غافل، بنا پلک جھپکے شل سی بیٹھی تھی۔ لب ادھ کھلے، آنکھیں پھٹی پھٹی اور ہاتھ میں پکڑا ریسیور کان سے لگا... وہ کوئی مجسمہ تھا جو ٹیلی فون اسٹینڈ کے ساتھ اس وہیل چیئر پہ بے حس و حرکت پڑا تھا۔

پھر کتنی ہی دیر بعد ریسیور اس کے ہاتھ سے پھسلا اور نیچے لڑھک گیا۔ اس کے زمین سے ٹکرانے کی آواز پہ بے اختیار اس نے پلکیں جھپکیں اور آن کی آن میں اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اس کی ہچکی بندھ گئی تھی اور پورا وجود لرز رہا تھا، وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔

ہمایوں نے اسے وہ سب کہا تھا؟ اتنے غصے اور بے زاری سے، جیسے وہ اس سے اکتا چکا تھا۔ ہاں وہ مرد تھا۔ وجیہہ، شان دار سا مرد، کب تک ایک کومے میں بے ہوش پڑی نیم مردہ بیوی کی پٹی سے لگا رہتا؟ اس کو اب محمل کی ضرورت نہ تھی۔ اسے اب محمل کے وجود سے بھی اکتاہٹ ہوتی تھی۔ شاید وہ اب اس سے شادی کرنے پہ پچھتا رہا تھا۔ اپنی وقتی جذباتیت پہ نادم تھا۔

دفعتاً" آہٹ پہ اس نے آنکھیں کھولیں۔

تیمور سامنے صوفے کے اس طرف کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ چبھتی، خاموش نگاہیں جن میں عجیب سا تنفر تھا۔

"تیمور!" اس کی زخمی ممتا بلبلائی۔ "ادھر میرے پاس آؤ بیٹا!" اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ شاید وہ اس کے گلے سے لگ جائے، شاید کہ ہمایوں کے رویے کی تپش کچھ کم پڑ جائے۔

"آئی ہیٹ یو۔" وہ تڑخ کر بولا اور اسے دیکھتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹا۔ ہمایوں کے الفاظ کیا کم تھے جو اوپر سے اس سات سالہ لڑکے کا انداز، اس کی روح تک چھلنی ہو گئی۔

"میں نے کیا کیا ہے تیمور؟ تم ایسے کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ؟ کیوں ناراض ہو مجھ سے؟"

"یو لیفٹ می وین آئی نیڈڈ یو۔" (آپ نے مجھے اس وقت چھوڑ دیا جب مجھے آپ کی ضرورت تھی۔)

وہ زور سے چیخا تھا۔ "آئی ہیٹ یو فار ایوری تھنگ۔"

اور مڑ کر بھاگتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لمحے بھر

"بہن! اٹھو ہم بیٹھنے نہیں آئے۔"
محمل ایک دم گڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔
فرشتے ہمایوں کی طرف پلٹی۔
"ہم بس تمہارا حال پوچھنے آئے تھے۔ تم اب ٹھیک ہو؟"
"میں ٹھیک ہوں مگر بیٹھو تو سہی۔"
"نہیں۔ ہمیں کنج پہ جانا ہے' نسیم آنٹی کی طرف۔ اماں کی کچھ فرینڈز سے بھی مل لیں گے۔"
"اور محمل؟" اس نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔
"محمل ظاہر ہے میری بہن ہے تو میرے ساتھ ہی رہے گی نا۔"
وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ عبایا میں ملبوس وہ دونوں دراز قد لڑکیاں اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ سیاہ حجاب چہرے کے گرد لپیٹے' دونوں کی ایک جیسی سنہری آنکھیں تھیں' یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ ان میں سے کون زیادہ خوبصورت تھی۔ ہاں فرشتے دو انچ زیادہ لمبی ضرور تھی۔ اس کے چہرے پہ ذرا سنجیدگی تھی' جبکہ محمل کے چہرے پہ کم عمری کی معصومیت برقرار تھی۔
..... اور یہ وہ محمل تو نہ تھی جس سے وہ پہلی بار اسی لاؤنج میں ملا تھا۔ سیاہ مفیش کی ساڑھی' چھوٹی آستینوں سے جھلکتے گداز بازو' اور اونچے جوڑے سے نکلتی گھنگھریالی لٹوں والی۔ اسے اس کا ایک ایک نقش یاد تھا۔ وہ کوئی اور محمل تھی' اور یہ عبایا اور حجاب والی کوئی اور تھی۔
"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"
"یہی کہ تم نے محمل کو اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔"
"یہ میرا رنگ نہیں ہے' یہ صبغت اللہ ہے' اور اللہ کے رنگ سے بہتر کون سا رنگ ہو سکتا ہے' چلو محمل۔ اوکے ہمایوں! اپنا خیال رکھنا۔ السلام علیکم۔" وہ محمل کا بازو تھامے مڑی ہی تھی کہ وہ پکار اٹھا۔
"سنو فرشتے!"
"ہاں!" وہ دونوں ساتھ ہی پلٹیں۔
"تم بہت بولتی ہو' اور تم نے محمل کو ایک لفظ بھی نہیں بولنے دیا۔ تمہیں معلوم ہے؟"
"مجھے معلوم ہے اور تم نے ساری عمر تو اسی کو سننا ہے' یہ کم ہے کہ میں نے تمہیں اس سے ملوا دیا ہے؟ مگر نہیں' بے شک انسان بہت ناشکرا ہے' چلو محمل!" وہ محمل کو بازو سے تھامے اسی طرح عجلت میں واپس لے گئی۔ اور وہ حیرتوں میں گھرا کھڑا رہ گیا۔
پھر سر جھٹک کر مسکرا دیا تھا۔ "یہ فرشتے کو کس نے بتایا؟"

☼ ☼ ☼

اس گول میز کے گرد وہ دونوں اپنی نشستوں پہ بور سی بیٹھی تھیں۔
باقی کرسیوں پہ آنٹی ٹائپ چند خواتین جلوہ افروز تھیں۔ محمل بار بار کلائی پہ بندھی گھڑی کو دیکھتی۔ وہ واقعی بہت بور ہو رہی تھی۔
فرشتے ہی تھی جو اپنے ساتھ بیٹھی نسیم آنٹی سے کوئی نہ کوئی بات کر لیتی' ورنہ وہ تو مسلسل جمائی روکتی بے زاری سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔
"اس ملک میں عورتوں کو وہ حقوق حاصل نہیں جو مردوں کو ہیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسز رضی کی طرف متوجہ ہو گئی جو ناک چڑھائے اپنا انگوٹھیوں سے مزین ہاتھ ہلا کر کہہ رہی تھیں۔
"اور یہ اس صدی کی سب سے بے وقوفانہ بات ہے اگر کوئی کہے کہ مرد عورت سے برتر ہے۔ میں تو نہیں مانتی ایسی کسی بات کو!"
"بالکل!" وہ سب غرور و تفاخر میں ڈوبی عورتیں ایک دوسرے کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں۔ محمل کا پرس میز پہ رکھا تھا۔ اس نے اس کو اٹھا کر گود میں رکھا' پھر اندر سے اپنا سفید کور والا قرآن نکالا جو وہ ہمیشہ ساتھ رکھتی تھی۔
"یہ سب جہالت کی باتیں ہیں مسز رضی' جب تک اس ملک میں تعلیم عام نہیں ہوگی' لوگ عورت اور مرد کے برابر حقوق تسلیم نہ کر سکیں گے۔"

"اور نہیں تو کیا' اسی قدامت پرستی کی وجہ سے ہم آج یہاں ہیں اور دنیا چاند پہ پہنچ گئی ہے۔"
اس نے سر اٹھایا۔ اور ذرا سا کھنکاری۔
"مجھے آپ لوگوں سے اتفاق نہیں ہے۔"
تمام خواتین چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔
"اور میرے پاس اس کے لیے دلیل بھی ہے۔ یہ دیکھیں۔" اس نے گود میں رکھا قرآن اوپر کیا "ادھر سورہ نساء میں۔"
"نہیں' پلیز!"
"اف نہیں! ناٹ اگین۔"
"oh please' don't open it"
"طلی جلی ناگوار' مضطرب سی آوازوں پہ وہ رک کر ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھنے لگی۔
"جی؟"
"خدا کے لیے اس کو مت کھولیں۔"
وہ کہہ رہی تھیں اور وہ حق دق بیٹھی رہ گئی۔
یہ مسلمان عورتیں تھیں؟ یہ واقعی مسلمان عورتیں تھیں؟ ان کو آسمانی کتابوں پہ ایمان نہ تھا؟ یہ قرآن کو نہیں سننا چاہتی تھیں' اس اللہ کی بات نہیں سننا چاہتی تھیں جس نے ان کو ان کا مال اور حسن دیا تھا۔؟ جو چاہتا تو ان کی سانسیں روک دیتا' ان کے دل بند کر دیتا۔ مگر اس نے ان کو ہر نعمت دے رکھی تھی' پھر بھی وہ اس کی بات نہیں سننا چاہتی تھیں؟
"یہ تو قرآن کی آیت ہے' اللہ کا کلام ہے' آپ سنیں تو سہی' یہ تو۔" اس نے کہنا چاہا۔
"پلیز' آپ ہماری ڈسکشن میں مخل نہ ہوں۔"
اور وہ خاموش ہو گئی۔ اتنی ہٹ دھرمی' شاید وہ بدنصیب عورتیں تھیں' جن کو اللہ اپنی بات سنوانا پسند نہیں کرتا تھا اور ہر وہ شخص جو روز قرآن نہیں پڑھتا' وہ بدنصیب ہوتا ہے اللہ اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔
پھر وہ ادھر نہیں بیٹھی' تیزی سے اٹھی' قرآن بیگ میں رکھا اور فرشتے سے "میں گھر جا رہی ہوں" کہہ کر بغیر کچھ سنے وہاں سے چلی آئی' اس کا دل جیسے درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ آنسو ابلنے کو بے تاب تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیسے اس غم کو قابو کرے' کیسے۔ کیسے مسلمان ہو کر وہ یہ سب کہہ سکتی تھیں؟ اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔
دل بہت بھر آیا تو آنسو بہہ پڑے' وہ چہرہ پھیرے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ سڑک کے ایک طرف درخت پیچھے کو بھاگ رہے تھے۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا جسے وہ ساتھ لے کر آئی تھی۔ تائی مہتاب کی بہو بننے پہ یہ اعزاز تو اسے ملنا ہی تھا اور روک ٹوک بھی قدرے کم ہو گئی تھی مگر ابھی وہ ان باتوں کو نہیں سوچ رہی تھی' اس کا دل تو ان عورتوں کے رویے پہ اٹک سا گیا تھا۔ اسے لگا۔
ایک دم گاڑی جھٹکے سے رکی۔ وہ چونک کر آگے دیکھنے لگی۔
"کیا ہوا؟"
"بی بی! گاڑی گرم ہو گئی ہے' شاید ریڈی ایٹر میں پانی کم ہے' میں دیکھنا بھول گیا تھا۔ ڈرائیور پریشانی سے کہتا باہر نکلا۔ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔
سڑک قدرے سنسان تھی گو کہ وقفے وقفے سے گاڑیاں گزرتی دکھائی دیتی تھیں مگر ارد گرد آبادی کم تھی۔ وہ کوئی انڈسٹریل ایریا تھا۔ بہت دور اونچی عمارتیں دکھائی دیتی تھیں۔ ڈرائیور بونٹ کھول کر چیک کرنے لگ گیا تو وہ سر سیٹ سے ٹکائے' آنکھیں موندے انتظار کرنے لگی۔
"بی بی!" تھوڑی دیر بعد اس کی کھڑکی کا شیشہ بجا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ باہر ڈرائیور کھڑا تھا۔
"کیا ہوا؟" اس نے شیشہ نیچے کیا۔
"انجن گرم ہو گیا ہے' میں کہیں سے پانی لے کر آتا ہوں' آپ اندر سے سارے دروازے لاک کر لیں' مجھے شاید تھوڑی دیر لگ جائے۔"
"ہوں۔ ٹھیک ہے جاؤ۔" اس نے شیشہ چڑھایا'

Scan & PDF FIAZ AHMED

بعد اس نے زوردار آواز سے تیمور کے کمرے کے دروازہ کو بند ہوتے سنا۔

"کیا تمہیں چھوڑنے میں میرا اپنا اختیار تھا تیمور؟ تم اتنی سی بات پہ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتے۔ شاید تمہارے باپ نے تمہیں مجھ سے بدظن کیا ہے۔" وہ دکھی دل سے سوچتی واپس کمرے تک آئی تھی۔ اس کے ripple بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ سیاہ کور والا قرآن رکھا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ سے اسے اٹھایا اور دونوں ہاتھوں میں تھامے اپنے سامنے کیا۔

سیاہ کور پہ مدھم سا مٹا مٹا سا "دم" لکھا تھا۔ جانے اس نے کیوں اور کب ادھر لکھا تھا؟ وہ کوشش کے باوجود یاد نہ کر پائی، پھر سر جھٹک کر اسے وہاں سے کھولا جہاں سے فجر کے بعد تلاوت چھوڑی تھی۔ اس نے وہ آیت دیکھی جہاں بک مارک لگا تھا، پھر تعوذ و تسمیہ پڑھا اور اگلی آیت سے پڑھنا شروع کیا۔

"ہم جانتے ہیں کہ تمہیں ان کی بات غمگین کرتی ہے۔"

اس نے بے یقینی سے اس آیت کو دیکھا۔

"ہم جانتے ہیں کہ تمہیں ان کی بات غمگین کرتی ہے، پس بے شک وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ وہ ظالم تو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔" اس نے پھر سے پڑھا اور پھر دم بخودسی ہو کر ایک ایک حرف کو انگلی سے چھونے لگی۔ کیا وہ واقعی ادھر لکھا تھا؟

"اوہ اللہ تعالیٰ۔" اس کے آنسو پھر سے گرنے لگے تھے۔ "آپ کو... آپ کو ہمیشہ پتا چل جاتا ہے، میں... میں کبھی بھی آپ سے کچھ نہیں چھپا سکتی۔" وہ بری طرح رو دی تھی۔ اب کی بار یہ دکھ کے آنسو نہ تھے، بلکہ خوشی کے تھے۔ سکون کے تھے، رضا کے تھے۔

"اگر آپ مجھ سے یوں ہی بات کرتے رہیں تو پھر مجھے جس حال میں بھی رکھیں، میں راضی! میں راضی! میں راضی!" اس نے چہرہ اٹھایا اور ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

اب اسے رونا نہیں تھا۔ اب اسے صبر کرنا تھا، طائف کے پتھر دراصل اب لگنے شروع ہوئے تھے۔ صبر اور شکر... اس نے ان دو سہاروں کو بالآخر تھام ہی لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

شام بہت سہانی سی اتری تھی۔ کالونی کی صاف سڑک کے اطراف سبز درختوں کے تازہ پتوں کی مہک، ٹھنڈی ہوا سے ہر سو بکھر گئی تھی۔

بلقیس اس کی وہیل چیئر دھکیلتی سڑک کے کنارے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ ساتھ ساتھ ادھر ادھر کی چھوٹی موٹی باتیں بھی کر رہی تھی، مگر محمل کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ گم صم سی دور افق کو دیکھ رہی تھی، جہاں پرندوں کے غول اڑ رہے تھے۔ اس روز کے طوفان کے بعد موسم بہت ٹھنڈا ہو گیا تھا اور اس ٹھنڈی ہوا میں باہر نکلنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

بلقیس اس کی وہیل چیئر دھکیلتی دور پارک تک لے آئی تھی۔ اس سے آگے ان کے سیکٹر کا مرکز تھا۔ وہاں بوتیکس، شاپس اور ریسٹورنٹ کی چہل پہل ہوتی تھی اور ایسی جگہوں پہ جاتے ہوئے اس کا دل گھبراتا تھا سو اس نے بلقیس کو آگے جانے سے منع کر دیا۔

"بس یہیں پارک تک ٹھیک ہے، اسی میں چلتے ہیں۔"

بلقیس سر ہلا کر وہیل چیئر اندر لے جانے لگی۔

"جب آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا نا محمل بی بی تو صاحب بہت روئے تھے۔ میں نے خود انہیں روتے دیکھا تھا۔ بہت دھچکا لگا تھا ان کو۔"

"کون؟ ہمایوں؟" وہ چونکی تھی۔

"ہاں جی! انہوں نے چھٹی لے لی تھی، کئی ماہ تو وہ اسپتال میں آپ کے پاس ہی رہے تھے۔ تیمور بابا کو تو بھلا ہی دیا تھا، میں نے بڑا کیا ہے جی تیمور بابا کو۔ بڑا پیارا بچہ تھا ہمارا بابا، جب چار سال کا تھا تو آپ کے لیے پھول لے کر جاتا تھا، اور وہاں اسپتال میں آپ کے سرہانے بیٹھ کر گھنٹوں بولا کرتا تھا۔"

"پھر اب کیا ہوا ہے اسے بلقیس؟" اس نے دکھ سے پوچھا تھا۔ بلقیس آہستہ آہستہ پارک کی پتھریلی روش پہ وہیل چیئر چلا رہی تھی۔ دور گھاس پہ بچے کھیل رہے تھے۔ ایک طرف ایک بچہ ماں کی انگلی پکڑے رو رہا تھا۔ اسے ہر بچے میں اپنا تیمور نظر آ رہا تھا۔

"تیمور بابا ایسا نہیں تھا بی بی! وہ تو بہت پیار کرنے والا بچہ تھا، مگر پھر اب پچھلے دو ایک سالوں میں وہ بہت چڑچڑا ہو گیا ہے۔ صاحب بھی تو اسے توجہ نہیں دیتے۔ پہلے تو چھوٹا تھا، پر اب بہت سمجھ دار ہو گیا ہے، ساری باتیں سمجھتا ہے، اسی لیے سب سے ناراض رہتا ہے۔"

"اور تمہارے صاحب؟ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟"

"پتا نہیں بی بی! وہ شروع میں آپ کا بہت خیال رکھتے تھے، پھر آپ کے حادثے کے چوتھے برس ان کی کراچی پوسٹنگ ہو گئی تھی۔ وہ سوا سال ادھر رہے۔ وہاں سے واپس آئے تو بہت بدل گئے تھے جی۔ اب تو ڈیڑھ سال ہو گیا ہے ان کو واپس آئے ہوئے، مگر اب تو وہ آپ کا یا تیمور بابا کا حال بھی نہیں پوچھتے۔"

"کراچی میں ایسا کیا ہوا جو وہ بدل گئے؟" وہ کھوئی کھوئی سی بولی تھی۔

"معلوم نہیں بی بی، مگر..." وہ لمحے بھر کو ہچکچائی۔ "ان کے کراچی جانے سے کوئی دو ہفتے پہلے مجھے یاد ہے، ادھر آپ کے گھر آپ کے کوئی رشتے دار آئے تھے، ان سے بہت... بہت لڑائی ہوئی تھی صاحب کی۔"

"کون؟ کون آیا تھا؟" اس نے وحشت زدہ سی ہو کر گردن گھمائی۔ بلقیس کے چہرے پہ تذبذب کے آثار تھے۔

"دراصل میں بی بی! آپ کے رشتے دار کبھی آئے نہیں، تو وہ جو بس ایک ہی دفعہ آئے تو مجھے یاد رہ گیا، آپ کے تایا کے بیٹے تھے۔"

"کون؟ فو... فواد؟" اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"نام وام تو نہیں معلوم، مگر صاحب نے ان سے بہت جھگڑا کیا تھا۔ دونوں بہت دیر تک اونچا اونچا لڑتے رہے تھے۔"

"مگر کیا ہوا تھا؟ جھگڑا کیوں ہوا ان کا؟" وہ مضطرب اور بے چین سی ہو گئی تھی۔

"میں کچن میں تھی بی بی! کچھ سمجھ میں تو نہیں آیا کہ وہ کیوں جھگڑ رہے تھے، مگر شاید کوئی پچھری وغیرہ کا معاملہ تھا اور دونوں آپ کا نام بار بار لیتے تھے، پھر صاحب نے فرشتے بی بی کو بھی ادھر بلوا لیا۔ وہ پتا نہیں کچھ بولیں یا نہیں، ان کی آواز ہی نہیں آئی مجھے، پھر وہ آپ کے تایا زاد چلے گئے اور صاحب دیر تک فرشتے بی بی پہ چیختے رہے، میں کھانے کا پوچھنے گئی تو دیکھا کہ فرشتے بی بی رو رہی تھیں اور اپنا سامان پیک کر رہی تھیں۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ جا رہی ہیں، میں نے پوچھا کہ کدھر تو بولیں، پتا نہیں اور روتی جا رہی تھیں، پھر اگلے دن رشید نے بتایا کہ صاحب اپنا ٹرانسفر کراچی کروا رہے ہیں، پھر صاحب چلے گئے اور فرشتے بی بی رک گئیں۔"

وہ دم سادھے ساری تفصیلات سن رہی تھی۔ اس کے پیچھے کیا کیا ہوتا رہا، اسے خبر ہی نہیں ہو سکی۔ کیا فواد نے ہمایوں کو اس کے خلاف بہکایا تھا؟ اور فرشتے کو اس نے ایسی کیا بات کہی کہ وہ روئی؟ وہ تو بہت مضبوط لڑکی تھی، یوں کبھی نہیں روتی تھی۔ اس نے تو اس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے تھے۔ "اوہ خدایا" اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

وہ کیا کرے؟ کس سے پوچھے؟ فرشتے تو کبھی نہ بتاتی۔ ہمایوں سے امید بھی نہیں تھی اور تیمور تو اسے دیکھنے کا روادار نہ تھا، پھر؟ کیا کرے؟ صبر اور نماز کا سہارا۔ اس کے دل سے آواز آئی تھی۔

بلقیس کو کوئی جاننے والی مل گئی تو وہ اس سے باتیں بگھارنے ذرا فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی تھی۔

محمل نے قرآن اٹھا لیا، وہ قرآن لیے بغیر گھر سے نہیں نکلتی تھی اسے آہستہ سے کھولا۔ کل جدھر سے تلاوت چھوڑی تھی ان آیات پہ نشان لگا تھا۔ وہ بہت غور سے، دھیان سے آگے سے پڑھنے لگی۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان چیزوں کے

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

سارے لاک بند کیے اور چہرے پہ حجاب کا ایک پلو گرا کر آنکھیں پھر سے موند لیں، ادھیڑ عمر ڈرائیور چھ سات برس سے ان کے ہاں ملازمت کر رہا تھا اور خاصا شریف النفس انسان تھا سو وہ مطمئن تھی۔

وہ گرمیوں کی دوپہر تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں گاڑی حبس زدہ ہو گئی۔ گھٹن اور حبس اتنا شدید تھا کہ اس نے شیشہ کھول دیا۔ ذرا سی ہوا اندر آئی، مگر گاڑی کے ساکن ہونے کے باعث ماحول پہلے سے زیادہ گرم ہو گیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں پسینہ پسینہ ہو گئی۔ بے اختیار سیٹ پہ تہہ کر کے رکھا دوپٹہ اٹھایا اور اس سے ہوا جھلنے لگی۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ اسے لگا وہ بھٹی میں جل رہی ہے۔

کافی دیر گزر گئی مگر ڈرائیور کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ بے اختیار وہ سورہ طلاق کی تیسری آیت آخر سے پڑھنے لگی۔ ”جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے راستہ بنا ہی دیتا ہے۔“

ڈیڑھ گھنٹے سے اوپر ہونے کو آیا تھا، وہ گرمی سے نڈھال، پسینے میں شرابور کتنی ہی دیر سے دعا کر رہی تھی مگر جانے کیوں آج کوئی راستہ نہیں کھل رہا تھا۔ پھر جب سورج سر پہ پہنچ گیا اور باہر سے آتی دھوپ و گرمی میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو اس نے گھبرا کر شیشے بند کر دیے۔

اور پھر سے وہی ہوا، گھٹن زدہ اور حبس زدہ بند گاڑی جیسے بند ڈبہ ہو یا بند قبر۔ یا سمندر کی تہہ میں تیرتی کسی مچھلی کا پیٹ!

”مچھلی کا پیٹ؟“ اس نے حیرت سے دہرایا۔ ”یہ میرے دل میں کیسے خیال آیا کہ یہ مچھلی کا پیٹ ہے؟“ وہ الجھی، اور پھر سے اسے وہ کلب کی عورتیں یاد آئیں اور ان کا وہ گھمنڈی رویہ! اس کے خیال کی رو بھٹکنے لگی۔ پتہ نہیں وہ کیوں اس رب کی بات نہیں سننا چاہتی تھیں، جس کے ہاتھ میں ان کی سانسیں ہیں، اگر وہ چاہے تو ان منکرین کی سانسیں روک دے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔

”کیوں؟“ اس نے خود سے سوال کیا۔ اس کی آواز بند شیشوں سے ٹکرا کر پلٹ آئی۔

باہر فضا صاف دکھائی دے رہی تھی۔ دور سے جھلکتی اونچی عمارتیں، ان کے اوپر آسمان جہاں سے پرندے اڑتے ہوئے گزرتے تھے یہ عمارتیں، یہ آسمان زمین، یہ اڑتے پرندے، یہ زمین کو روندتے ہوئے چلتے متکبر لوگ، وہ سب زندہ تھے۔ ان کی سانسیں اپنے ”انکار“ کے باوجود نہیں رکتی تھیں۔ کیوں؟

”کیونکہ ان کی سانس ان کو ملی مہلت کی علامت ہے محمل بی بی! کسی کے گناہ کتنے ہی شدید ہوں، اگر سانس باقی ہے تو امید ہے، شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔ وہ رب تو ان نافرمانوں سے مایوس نہیں ہوا، پھر تم کیوں ہوئیں؟“ کوئی اس کے اندر بولا تھا۔

وہ جیسے سناٹے میں آگئی۔

کتنی جلدی وہ نہ ماننے والوں سے مایوس ہو گئی؟ ”ان“ پہ کڑھنے لگی؟ پھر کیوں وہ کسی کی ہٹ دھرمی دیکھ کر یہ فرض کر بیٹھی کہ وہ کبھی بدل نہیں سکتیں کیوں اس نے مایوس ہو کر بستی چھوڑ دی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ بے اختیار اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

”نہیں کوئی الہ تیرے سوا، پاک ہے تو، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔“

ندامت کے آنسو اس کے گالوں پہ لڑھک رہے تھے۔ اسے بستی نہیں چھوڑنی چاہیے تھی۔ اگر کچھ لوگ قرآن نہیں سننا چاہتے تو کوئی تو ہو گا جو اسے سننا چاہے گا۔ خود وہ کیا تھی؟ قرآن کو اس روز چھت پہ کھولتے ہی بدک اٹھنے والی، آج کدھر تھی! صرف اس سیاہ فام لڑکی کی ذرا سی کوشش، ذرا سے تجسس کو بھڑکانے والے عمل سے وہ کسی نہ کسی طرح آج ادھر پہنچ گئی تھی کہ اللہ اس سے بات کرتا تھا، پھر اپنی پارسائی پہ غرور اور دوسرے کی تحقیر کیسی؟

اس کے آنسو ابھی بہہ ہی رہے تھے کہ ڈرائیور

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

بارے میں سوال نہ کرو جو اگر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔" (مائدہ 10)

لمحے بھر کو اس کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔ مگر پھر فوراً" خود کو سرزنش کی۔

"یہ کوئی فال نکالنے کی کتاب تو نہیں ہے' اسی لیے اس نے تمہیں ایسے سوال کرنے سے منع کیا ہے' میں بھی خوامخواہ..." وہ سر جھٹک کر آہستہ سے آگے تلاوت کرنے لگی۔

اگلی آیات دوسری چیزوں سے متعلق تھیں۔ اس کی سوچوں پہ بالکل خاموش لب ___ سے کسی اور طرف توجہ مبذول کرواتیں... اس کے الجھے دماغ کو سکون آنے لگا۔ جو بھی ہوا' کبھی نہ کبھی کھل ہی جائے گا' اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہ تھی۔

وہ زیرِ لب ترنم سے تلاوت کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

رات کے دو بج چکے تھے اور ہمایوں ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ وہ مضطرب سی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ بار بار دیوار پہ آویزاں گھڑی کو دیکھتی اور پھر دروازے کو۔ گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جارہی تھیں۔ مگر دروازہ ہنوز ساکت و جامد تھا۔ باہر بھی خاموشی تھی۔

اس کے دل میں وسوسے سے آنے لگے۔ نہ جانے وہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں' کیا پتا اس کی گاڑی خراب ہوگئی ہو' کیا پتا کسی مشکل میں پھنس گیا ہو۔ اس نے بے اختیار اس کے لیے دعا کی تھی۔

دفعتاً" گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور پھر گیٹ کھلنے کی آواز' وہ مڑ کر دروازہ کو پیاسی نظروں سے دیکھنے لگی۔ قدموں کی آواز اور پھر... بھاری چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا' کیپ اور اسٹک ہاتھ میں لیے وہ تھکا تھکا سا یونیفارم میں چلا آرہا تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے مڑ کر دروازہ بند کیا اور پھر چند قدم آگے آیا۔

دفعتاً" اسے بیٹھا دیکھ کر ہمایوں کے قدم تھمے۔ چہرے پہ حیرت بھری ناگواری اُمڈ آئی۔

"تم اِدھر کیوں بیٹھی ہو؟"

"السلام علیکم' آپ کا ویٹ کررہی تھی۔ آپ نے بہت دیر لگادی۔" وہ آہستہ سے بولی تھی۔

"میں دیر سے آؤں یا جلدی آؤں' خدا کے لیے میرے انتظار میں ادھر مت بیٹھا کرو۔"

اس نے بہت تحمل سے اس کا بیزار لہجہ سنا' پھر دھیرے سے بولی۔ "میں پریشان ہوگئی تھی کہ خیریت..."

"مر نہیں گیا تھا میں' سو کام ہوتے ہیں' اگر آئندہ تم مجھے ادھر بیٹھی ملیں تو میں گھر ہی نہیں آیا کروں گا۔ خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو محمل!" وہ جھڑک کر کہتا تیزی سے اوپر سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

اس نے بڑے صبر و ضبط سے آنسو پی لیے' یہاں تک کہ وہ اپنے دروازے کے پیچھے گم ہوگیا۔ تب اس نے گود میں دھرے ہاتھ اٹھائے اور اپنی وہیل چیئر کو کمرے کی طرف موڑنے لگی۔

کبھی تو اسے احساس ہو گا کہ یہ وہ ہی محمل ہے جو کبھی اس کی من چاہی بیوی تھی اور جب وہ یہ محسوس کرے گا تو پلٹ آئے گا۔ اسے یقین تھا اور یہ ہی یقین اس نے دل میں اٹھتے درد کو دلاسا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ تارکول کی سڑک پہ آج پھر بلقیس کے ساتھ اپنی وہیل چیئر پہ جارہی تھی۔ باہر کا موسم اس کی طبیعت پہ بہت اچھا اثر ڈالتا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس کی معذوری میں رتی برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔

بلقیس ادھر ادھر کی باتیں کرتی اس کی وہیل چیئر دھکیل رہی تھی۔ وہ آج بھی اسے نہیں سن رہی تھی' بس خاموش مگر پرسکون نگاہوں سے دور افق کو دیکھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ یہ ٹھہراؤ اس کی شخصیت کا حصہ بنتا جارہا تھا۔

"بلقیس... تمہیں میرے تایا کے گھر کا پتا ہے؟" ایک دم ہی کسی خیال کے تحت وہ چونکی اور پھر پوچھ لیا۔

"نہ بی بی! میں تو ادھر کبھی نہیں گئی۔"

"اچھا... مگر مجھے راستہ یاد ہے' تم مجھے ادھر لے چلو

گی؟"

"پیدل؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں زیادہ دور نہیں ہے' جتنا فاصلہ یہاں سے مرکز تک کا ہے اتنا ہی ہے' میں پیدل بھی آجایا کرتی تھی۔"

اسے بے اختیار وہ شام یاد آئی جب وسیم سے اپنے رشتے کا سن کر وہ روتی ہوئی پیدل ہی مدرسے کے سامنے سڑک پہ آگئی تھی' اور اس نے ہمایوں سے کہا تھا کہ وہ بیچ راہ میں چھوڑ دینے والوں میں سے نہیں ہے اور پھر...

"چلیں پھر ٹھیک ہے' آپ راستہ بتائیں۔" بلقیس کی آواز پہ وہ یادوں کے ہجوم سے نکلی اور راستہ بتانے لگی۔ چھوٹی سڑک سے ایک راستہ پل سے ہوتا ہوا ان کے سیکٹر میں جا اترتا تھا' جس سے وہ بیس منٹ میں ادھر پہنچ سکتی تھیں۔

آج وہ بیس منٹ ایک پوری صدی لگ رہے تھے۔ وہ اس راستے پہ جاتے ہی دور کہیں کھو گئی تھی۔ نہ جانے وہ سب کیسے ہوں گے؟ اتنے ہی عیش و آرام سے رہ رہے ہوں گے جتنے پہلے تھے؟ کیا ان میں سے کسی نے اس کو یاد بھی کیا ہوگا؟ کبھی وہ اسپتال بھی آئے ہوں گے یا نہیں؟ اور نہ جانے فواد نے جا کر ہمایوں سے کیا کہا تھا جس پہ فرشتے روتی رہی؟ بہت یاد کرنے پہ بھی ایسی کوئی بات ذہن میں نہیں آئی جو وہ ہمایوں سے یوں کہہ سکتا تھا یا شاید اس کی سوچنے کی صلاحیت اب سست ہوتی جارہی تھی۔

"یہ آپ کا گھر ہے جی؟ بڑا سوہنا ہے۔"

بلقیس کہہ رہی تھی اور وہ چونک کر اس اونچے عالیشان محل نما گھر کو دیکھنے لگی اس کا پینٹ' کھڑکیوں کے شیشے اور بیرونی گیٹ بدل گیا تھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت ہوگیا تھا۔

یہ وہ گھر تھا جہاں اس نے اپنی زندگی کے اکیس سال گزارے تھے اور پھر اسی سے وہ ایک رات نکالی گئی تھی۔ بظاہر رخصتی کی آڑ میں اسے اس گھر سے بے دخل کردیا گیا تھا۔

"بیل بجاؤ بلقیس!"

بلقیس آگے بڑھی اور گھنٹی بجائی۔ چند ہی لمحوں بعد قدموں کی چاپ سنائی دی' جیسے کوئی دوڑتا ہوا گیٹ کھولنے آرہا ہو۔ اس کے دل کی دھڑکن ٹھہری گئی۔ وہ اتنے سالوں بعد کسے دیکھنے جارہی تھی؟ فواد؟ حسن؟ آغا جان؟

دروازہ آہستہ سے کھلا اور کسی نے سر باہر نکال کر دیکھا۔

"جی کس سے ملنا ہے؟" وہ حلیے اور لہجے سے ملازم لگتا تھا۔

بلقیس نے جواباً" محمل کو دیکھا تو وہ ہمت مجتمع کرکے بولی۔

"آغا کریم گھر پہ ہیں؟"

ملازم کے چہرے پہ ذرا سی الجھن ابھری۔

"کون آغا کریم؟"

"آغا... آغا کریم جو اس گھر کے مالک ہیں' جن کا یہ گھر ہے اور... اور یہ ہاؤس نمبر تو تھرٹی ہے نا؟"

"آہو جی یہ تو تھرٹی ہے' مگر یہ تو چوہدری نذیر صاحب کی کوٹھی ہے۔ اِدھر تو کوئی آغا کریم نہیں رہتے۔"

"جی بی کہیں ہم غلط گھر میں تو نہیں آگئے؟" بلقیس نے ہولے سے کہا تو اس نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں' یہ ہی گھر ہے' آغا کریم سات سال پہلے اِدھر ہی رہتے تھے۔"

"سات سال تو بڑا لمبا عرصہ ہوتا ہے میڈم جی' خدا جانے وہ اب کدھر گئے ہوں۔ اچھا آپ ٹھہرو' میں بیگم صاحبہ سے پوچھ کر آتا ہوں۔" وہ انہیں وہیں چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی واپسی ایک نوجوان کے ہمراہ ہوئی۔

"جی فرمایئے؟" وہ بیس اکیس برس کا مہذب اور شائستہ سا نوجوان تھا۔

"وہ... ادھر آغا کریم اور ان کی فیملی رہتی تھی۔ وہ لوگ کدھر گئے؟"

"میم! ہم دو سال سے ادھر رہ رہے ہیں' دو سال پہلے ہم نے ایک شیخ عامر صاحب سے یہ گھر خریدا تھا۔ ہوسکتا ہے ان کو آغا کریم نے یہ بیچا ہو' مگر میں ان کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں پانی کی بوتلیں تھیں۔

"اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے راستہ نکال ہی دیتا ہے۔"

بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا تھا۔ اسے لگا اس کی توبہ شاید قبول ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی اسے لگتا تھا' ایمان اور تقویٰ بھی سانپ سیڑھی کے کھیل کی طرح ہوتا ہے' ایک صحیح قدم کسی معراج پر پہنچا دیتا ہے تو دوسرا غلط قدم گہری کھائی میں' اس نے بے ساختہ سوچا تھا۔

گاڑی گھر کے سامنے رکی' اور ڈرائیور نے ہارن بجایا۔ چوکیدار گیٹ کھول ہی رہا تھا جب اس کی نگاہ ساتھ والے بنگلے پہ پڑی۔

"تم جاؤ' میں آتی ہوں۔" وہ سبک رفتاری سے باہر نکلی۔

بریگیڈیئر صاحب کا چوکیدار وہیں گیٹ پہ کھڑا تھا۔ اس نے فوراً "بیگ کنگھالا۔

"سنو' یہ اپنے صاحب کو دے دینا۔" اور چند پمفلٹس نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ "ان سے کہنا یہ امانت ہے' چاہے تو پڑھ لیں' کوئی دباؤ نہیں' مگر میں واپس ضرور لینے آؤں گی۔ پکڑ لو نا۔" متذبذب کھڑے چوکیدار کو پمفلٹس زبردستی تھمائے اور واپس گھر کی جانب ہو لی۔

کوئی تو ہو گا جو اسے سننا چاہے گا۔ آج نہیں۔ کل نہیں مگر کبھی تو وہ ان پمفلٹس کو کھولیں گے۔

☆ ☆ ☆

کاریڈور میں لگا سافٹ بورڈ آج کچھ زیادہ ہی چمک رہا تھا یا شاید وہ اس کیلی گرافی کے کناروں پہ لگی افشاں کی چمک تھی جو سافٹ بورڈ کے وسط میں آویزاں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دیوار کے قریب آئی۔ کیلی گرافی بہت خوبصورت تھی۔ اس پہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہے گئے الفاظ رقم تھے۔ وہ گردن اٹھائے ان الفاظ کو پڑھنے لگی۔

"عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا" "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ بھی روتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "اے ابن عوف! یہ رحمت اور شفقت ہے۔" اور آپ پھر سے رو پڑے اور فرمایا۔

"بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے' اور دل غمگین ہے' لیکن ہم زبان سے وہی بات نکالیں گے جس پہ ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم! بے شک ہم تیری جدائی پہ بہت غم زدہ ہیں۔"

وہ مسحور سی اسی طرح گردن اونچی اٹھائے کھڑی وہ الفاظ بار بار پڑھتی گئی۔ کچھ تھا ان میں جو اسے بار بار کھینچتا تھا۔ وہ وہاں سے جا ہی نہ پا رہی تھی' جانے کے لیے قدم اٹھاتی مگر وہ الفاظ اسے روک دیتے اور وہ واقعی پھر سے رک جاتی۔

جب تفسیر کی کلاس کا وقت ہونے لگا تو وہ بمشکل خود کو وہاں سے کھینچ لائی۔ قرآن کھولتے ہوئے نظر درمیان کے کسی صفحے پہ پڑ گئی۔

"ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔"

وہ صفحے پیچھے پلٹنے لگی۔ انگلی سے ورق پلٹتے ہوئے ایک اور جگہ یونہی نگاہ پھسلی۔

"آج تم ایک موت نہ مانگو' بلکہ آج تم کئی موتیں مانگو۔"

وہ سر جھٹک کر اپنے سبق پہ آئی۔

آج کی پہلی آیت ہی یہ تھی۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جب تم میں سے کسی ایک پہ موت حاضر ہو جائے۔"

"اوہو' مجھے کیا ہو گیا ہے؟" وہ بے بسی سے مسکرا کر رہ گئی۔ "آج تو ساری موت کی آیتیں پڑھ رہی ہوں' کہیں میں مرنے تو نہیں والی؟ اف' محمل' فضول مت سوچو اور سبق پہ توجہ دو۔"

وہ سر جھٹک کر نوٹس لینے لگی۔ موت کی وصیت کے متعلق آیات پڑھی جا رہی تھیں۔

اسے یاد آیا' ابھی اس نے ایک حدیث بھی کچھ ایسی ہی پڑھی تھی۔

اچانک لکھتے لکھتے اس کا قلم پھسل گیا۔ وہ رک گئی اور پھر آہستہ سے سر اٹھایا۔

"کیا کوئی مرنے والا ہے؟" اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ وہ جو قرآن میں پڑھتی تھی' وہ اس کے ساتھ پیش آجاتا تھا' یا آنے والا ہوتا تھا۔ کبھی ماضی' کبھی حال اور کبھی مستقبل۔ کوئی لفظ بے مقصد' بے وجہ اس کی آنکھوں سے نہیں گزرتا تھا۔ پھر آج وہ کیوں بار بار ایک ہی طرح کی آیات پڑھ رہی تھی۔ کیا کوئی مرنے والا ہے؟ کیا کوئی اسے چھوڑ کر جانے والا ہے؟ کیا اسے قرآن ذہنی طور پہ تیار کر رہا ہے' اسے صبر کرنے کو کہہ رہا ہے' مگر کیوں؟ کیا ہونے والا ہے۔؟

وہ بے چینی سے قرآن کے صفحے آگے پلٹنے لگی۔

"اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ایک سطر پڑھ کر اس نے ڈھیر — سارے ورق الٹے۔

"صبر کرنے والے اپنا صلہ۔"

پورا پڑھے بغیر اس نے آخر سے قرآن کھولا۔

"اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو۔"

اور پھر وہ صفحے تیز تیز پلٹتی ایک نظر سے سب گزارتی جا رہی تھی۔

"اور کوئی نہیں جانتا وہ کون سی زمین پہ مرے گا۔"

محمل کا دم گھٹنے لگا تھا۔ بے اختیار گھبرا کر اس نے قرآن بند کیا۔ اسے پسینہ آ رہا تھا۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کچھ ہونے والا تھا۔ کیا وہ برداشت کر پائے گی؟ شاید نہیں' اس میں اتنا صبر نہیں ہے۔ وہ کچھ نہ برداشت کر پائے گی۔ کبھی بھی نہیں۔ اس نے وحشت سے ادھر ادھر دیکھا۔

میڈم مصباح کا لیکچر جاری تھا۔ لڑکیاں سر جھکائے نوٹس لے رہی تھیں۔ کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ اس نے ذرا سی گردن اوپر کو اٹھائی۔ اوپر چھت تھی۔ چھت کے پار آسمان تھا۔ وہاں کوئی اس کی طرف ضرور متوجہ تھا مگر وحشت اتنی تھی کہ وہ دعا بھی نہ مانگ سکی۔

تب ہی آپا اماں اسے دروازے میں نظر آئیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک چٹ تھی۔ وہ میڈم مصباح کے پاس گئیں اور چٹ ان کی طرف بڑھائی۔ میڈم نے لیکچر روک دیا' اور چٹ تھامی۔

محمل بنا پلک جھپکے ان کو دیکھ رہی تھی۔

میڈم مصباح نے چٹ پڑھ کر سر اٹھایا' ایک نگاہ پوری کلاس پہ ڈالی' پھر چہرہ مائیک کے قریب کیا۔

"محمل ابراہیم پلیز' ادھر آجائیں۔"

اور اسے لگا' وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ جان گئی تھی۔ کوئی مرنے والا نہیں تھا۔ اب کسی کو نہیں مرنا تھا۔ اس کا نام پکارا جا رہا تھا اور اس کی ایک ہی وجہ تھی۔

جسے مرنا تھا' وہ مر چکا تھا۔ کہیں کوئی' اس کا پیارا' مر چکا تھا۔

وہ نیم جاں قدموں سے اٹھی اور میڈم کی طرف بڑھی۔

"آنکھ آنسو بہاتی ہے۔

دل غمگین ہے۔

مگر ہم زبان سے وہی کہیں گے جس پہ ہمارا رب راضی ہو۔

اے ابراہیم..... بے شک ہم تیری جدائی پہ بہت غم زدہ ہیں۔"

صدیوں پہلے کسی کے کہے گئے الفاظ کی بازگشت اسے سارے ہال میں سنائی دے رہی تھی۔ باقی ساری آوازیں بند ہو گئی تھیں۔ اس کے کان بند ہو گئے تھے۔ زبان بند ہو گئی تھی۔

بس وہ ایک آواز اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

آنکھ آنسو بہاتی ہے۔

دل غمگین ہے۔

دل غمگین ہے۔

دل غمگین ہے۔

وہ بمشکل میڈم مصباح کے سامنے کھڑی ہوئی۔

جی میڈم؟"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بارے میں قطعی لاعلم ہوں۔"

"آغا جان نے یہ گھر بیچ دیا؟ مگر کیوں؟" وہ شاکڈ سی رہ گئی۔

"معلوم نہیں میم! کیا میں آپ کے لیے کچھ کرسکتا ہوں؟"

اس کا سر نفی میں دائیں سے بائیں ہلا۔ لڑکا معذرت کرکے واپس چلا گیا اور وہ پریشان سی بیٹھی رہ گئی۔

"بی بی! ہمسائیوں سے پوچھتے ہیں۔" اور اس کے منع کرنے سے قبل ہی بلقیس ساتھ والے گھر کی گھنٹی بجاچکی تھی۔ اس گھر میں کون رہتا تھا؟ خاصا جانا پہچانا سا گھر تھا، مگر یاد نہیں آرہا تھا۔

بمشکل ایک منٹ بعد ہی گیٹ کھل گیا۔ محمل نے گردن اٹھا کر دیکھا۔

ادھ کھلے گیٹ کے اس پار بریگیڈیئر فرقان کھڑے تھے۔

شلوار قمیص میں ملبوس، چہرے پہ نفاست سے تراشیدہ داڑھی اور بھرپور مسکراہٹ لیے وہ اسے دیکھ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر اسے بہت کچھ یاد آنے لگا۔

"السلام علیکم لٹل گرل! میں کافی دیر سے آپ کو ٹیرس سے دیکھ رہا تھا۔ آیے اندر آجائیں۔" انہوں نے گیٹ پورا کھول دیا اور ایک طرف کو ہٹ گئے۔

بلقیس اس کی وہیل چیئر دھکیلتی اندر روش پہ لے آئی۔

"ادھر آجایے۔" وہ لان میں گھاس پہ رکھی لان چیئرز کو جوڑنے لگے، یوں کہ وہیل چیئر کی جگہ بن جائے۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھے اور بہت شائستگی سے پوچھنے لگے۔ ان کا مخصوص لب و لہجہ اسی طرح بھاری تھا، البتہ سختی کی جگہ نرمی نے لے لی تھی۔

"ٹھیک ہوں، الحمدللہ۔" وہ ذرا سا مسکرائی اور سر جھکا لیا، پھر کچھ سوچ سوچ کر اسی جھکے سر کے ساتھ کہنے لگی۔ "میرا کچھ سال پہلے ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا، تو۔۔۔"

"میں جانتا ہوں، میں آپ کو دیکھنے اسپتال آتا تھا۔"

اس نے ہولے سے سر اٹھایا۔ سنہری آنکھوں میں حیرت اتر آئی تھی۔

"اچھا؟" اور پھر اسے یاد آگیا۔ "ہاں مجھے نرس نے بتایا تھا۔ تو وہ آپ تھے؟"

"جی ہاں۔" وہ دھیمے سے مسکرائے۔ "آپ کی امانت نے میری زندگی بدل دی بیٹا۔"

وہ بنا پلک جھپکے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"میں نے دو سال وہ پمفلٹ نہیں کھولے، پھر زندگی میں ایک موڑ ایسا آیا کہ ہر جگہ اندھیرا دکھنے لگا تو نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے ان کو کھول لیا۔ میرا خیال تھا، ان میں کسی تنظیم کا لٹریچر ہوگا یا کسی سیاسی پارٹی کا منشور، مگر ان میں تو صرف قرآن کی آیات تھیں اور ان کا سادہ ترجمہ۔ میں پڑھتا گیا اور پھر۔۔۔ پھر سب بدل گیا، سب ٹھیک ہوگیا۔"

مختصر الفاظ میں انہوں نے ساری بات سمیٹ دی۔ وہ چپ چاپ انہیں سنتی گئی۔

"آپ کچھ عرصہ پہلے گھر شفٹ ہوگئی تھیں، مجھے پتا چلا تھا۔ اب طبیعت کیسی ہے آپ کی؟"

"ایم فائن۔" پھر لمحے بھر کے توقف کے بعد بولی۔ "آغا جان وغیرہ کدھر گئے؟ انہوں نے گھر کیوں بیچ دیا؟"

"جن دنوں وہ گئے تھے میں ملک سے باہر تھا، بس ملازم سے ہی تھوڑا بہت سنا تھا کہ شاید تینوں بھائیوں نے جائیداد کا بٹوارہ کیا ہے اور گھر بیچ کر رقم تقسیم کرکے الگ الگ جگہوں پہ شفٹ ہوگئے ہیں۔ آپ کے ایکسیڈنٹ کا بھی میرے ملازم نے ہی بتایا تھا۔"

"کب کی بات ہے یہ؟ کب بیچا انہوں نے گھر؟"

"آپ کے ایکسیڈنٹ کے تقریباً" سال ڈیڑھ بعد۔"

"اوہ!" اس کے لب سکڑے اور پھر اس نے گہری سانس لی۔ "کوئی اندازہ ہے آپ کو کہ وہ کہاں گئے؟ اب میں ان سے کدھر ملوں؟"

"اونہوں، قطعی نہیں۔" انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں سر نفی میں ہلایا۔ "ہمارے کبھی اتنے تعلقات تھے ہی نہیں، ہاں آغا اسد کے بارے میں، میں نے ایک دوست سے سنا تھا۔ وہ کلب میں آغا اسد کے ساتھ ہوتا تھا۔"

ان کے الفاظ پہ وہ چونکی، دل زور سے دھڑکا۔

"کیا؟ کیا سنا تھا؟"

"یہ ہی کہ ان کو کینسر ہوگیا تھا، اور پھر ان کی ڈیتھ ہوگئی۔ آپ کو نہیں پتا چلا؟"

وہ سانس روکے ہکابکا سی بیٹھی رہ گئی۔

"آئی ایم ویری سوری محمل۔" "نہیں افسوس ہوا۔"

"کب؟ کب ہوا یہ؟" چند لمحے بعد اس کے لب پھڑپھڑائے۔ آنکھیں پتھرا سی گئی تھیں۔

"غالباً" پانچ سال قبل، ان کے گھر بیچنے کے چھ سات ماہ بعد۔"

"اور۔۔۔ اور ان کے بچے؟ معاذ اور معیز تو بہت چھوٹے تھے۔"

"معلوم نہیں۔ یتیم بچے تو پھر مجبوراً" رشتہ داروں کے تسلط میں ہی رہتے ہیں۔ اللہ ان پہ رحم کرے۔"

اور وہ لفظ "یتیم بچے" محمل کے دل میں کھب گیا۔ بہت پہلے پڑھی گئی ایک آیت ذہن میں گونجی۔ "ان لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور یتیم اولاد چھوڑ جاتے۔" (النساء 9)

"یتیم بچے؟ اسد چچا کے بچے یتیم ہوگئے؟ آرزو، معاذ، معیز۔" وہ ابھی تک بے یقین تھی۔

اور پھر کب وہ بریگیڈیئر فرقان کو خدا حافظ کہہ کر بلقیس کے ہمراہ باہر آئی، اسے کچھ پتا نہ چلا۔ دل و دماغ بس ایک ہی نقطے پہ منجمد ہوگئے تھے۔ اسد چچا کے بچے یتیم ہوگئے۔

بے اختیار اسے اس لاؤنج کا وہ منظر یاد آیا۔ صوفے پہ گری محمل اور اس کو تھپڑوں اور جوتوں سے مارتے اسد چچا اور غفران چچا۔

غفران چچا۔۔۔ نہ جانے وہ کہاں گئے؟ اور آغا

ماہنامہ کرن

جولائی 2011 کے شمارے کی ایک جھلک

"آواز کی دنیا سے" نیوز کاسٹر FM-105 کی "**سمیھا سیفی**" کی باتیں،

اداکارہ "**نیلم منیر**" سے شاہین رشید کی ملاقات،

اداکارہ "**صدف عمیر**" دو کے پہاڑے کے ساتھ،

"مجھ سے ملیے" کے سلسلے میں "**شگفتہ بھٹی**" کے بارے میں دلچسپ باتیں،

"پیا کا گھر پیارا لگے" قارئین کا پسندیدہ سلسلہ،

"قارئین کی عدالت میں" اداکار "**میکال ذوالفقار**" سے سوالات،

"بول کہ لب آزاد ہیں تیرے" قارئین کے لیے دلچسپ سلسلہ،

"دردِ دل" نبیلہ عزیز کا سلسلے وار ناول،

"دستِ کوزہ گر" فوزیہ یاسمین کا سلسلے وار ناول،

"بات زندگی کی" نازیہ کنول نازی کا مکمل ناول،

"او رے پیا" نایاب جیلانی کا مکمل ناول،

"بے داغ" نبیلہ عزیز کا مکمل ناول،

"اسیر موسمِ ہجراں" ضوباریہ ساحر کے ناول کا دوسرا حصہ،

"گوشہ عافیت" شگفتہ بھٹی کا ناولٹ اختتام کی طرف،

"بہاراں ہے تم سے" نازیہ جمال کا دلکش ناولٹ،

الماس یاسین، حریم ملک، لبنیٰ طاہر اور شاہدہ ملک کے افسانے اور مستقل دلچسپ سلسلے،

اس شمارے کے ساتھ کرن کتاب

صحت و غذائیت سے بھرپور "**اچار، چٹنیاں اور مربے**"

گھر میں تیار کریں۔ کرن کے ہر شمارے کے ساتھ علیحدہ سے مفت خدمت ہے، استفادہ کیجیے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"آپ کا ڈرائیور آپ کو لینے آیا ہے' ایمرجنسی ہے' آپ کو گھر جانا۔۔۔"

مگر وہ پوری بات سنے بغیر ہی سیڑھیوں کی طرف بھاگی' ننگے پاؤں زینے پھلانگتی وہ تیزی سے اوپر آئی تھی۔ جوتوں کا ریک ایک طرف رکھا تھا' مگر محمل کو اس وقت جوتوں کا ہوش نہ تھا۔ وہ سنگ مرمر کے فرش پہ ننگے پاؤں دوڑتی جارہی تھی۔

غفران چچا کی اکارڈ سامنے کھڑی تھی۔ ڈرائیور دروازہ کھولے منتظر کھڑا تھا' اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔

"بی بی آپ۔۔۔"

"پلیز خاموش رہو۔" وہ بمشکل ضبط کرتی اندر بیٹھی۔ "اور جلدی چلو۔"

اس کا دل یوں دھڑک رہا تھا گویا ابھی سینہ توڑ کر باہر آگرے گا۔

آغا ہاؤس کا مین گیٹ پورا کھلا تھا' باہر گاڑیوں کی قطار لگی تھی۔ ڈرائیو وے پہ لوگوں کا جم غفیر اکٹھا تھا۔ گاڑی ابھی گیٹ کے باہر سڑک پہ ہی تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر بھاگی۔ ننگے پاؤں تارکول کی سڑک پہ جلنے لگے' مگر اس وقت جلن کی پرواہ کسے تھی۔

اس نے رش میں کھڑے آغا جان کو دیکھا' غفران چچا کو دیکھا' حسن کو دیکھا' وہ سب اس کی طرف بڑھے تھے' مگر وہ اندر کی طرف لپک رہی تھی۔ لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتی وہ ان آوازوں تک پہنچنا چاہتی تھی جو لان سے آرہی تھیں۔ عورتوں کے بین' رونے' آہ و بکا کی آوازیں۔

لوگ ہٹ کر اس سفید یونیفارم اور گلابی اسکارف والی لڑکی کو راستہ دینے لگے تھے۔ وہ بھاگتی ہوئی لان تک آئی اور پھر گھاس کے دہانے پہ بے اختیار رک گئی۔

لان میں عورتوں کا ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ درمیان میں چارپائی رکھی تھی' اس پہ کوئی سفید چادر اوڑھے لیٹا تھا۔ چارپائی کے چاروں طرف عورتیں رو رہی تھیں۔ ان کے چہرے گنڈ مڈ سے ہو رہے تھے۔ ایک فضہ چچی تھیں۔ اور ہاں نائمہ چچی بھی تھیں اور وہ سینے پہ دو ہتھڑ مار کر روتی رضیہ پھوپھو تھیں' اور وہ اونچی آواز میں بین کرتی مہتاب تائی تھیں۔ سب تو ادھر موجود تھے۔

پھر کون تھا اس چارپائی پہ؟ کون۔۔۔ کون تھا وہ؟

اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی' وہاں سارا خاندان اکٹھا تھا' بس ایک چہرہ نہ تھا۔

"اماں!" اس کے لب پھڑپھڑائے۔

اس نے انہیں پکارنے کے لیے لب کھولے' مگر آواز نے گویا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ وحشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگی' شاید اس کی ماں کسی کونے میں بیٹھی ہو' مگر وہ کہیں نہ تھی۔ اس کی ماں کہیں نہ تھی۔

"محمل۔۔۔ محمل۔" وہ عورتیں اسے پکار رہی تھیں۔ اٹھ اٹھ کر اسے گلے سے لگا رہی تھیں' کسی نے راستہ بنا دیا' تو کوئی میت کے پاس سے ہٹ گیا' کوئی اسے ہاتھ سے پکڑ کر چارپائی کے قریب لے آیا' کسی نے شانوں پہ زور دے کر اسے بٹھا دیا۔ کسی نے میت کے چہرے سے سفید چادر ہٹا دی۔ کون کیا کر رہا تھا' اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ساری آوازیں آنا بند ہوگئی تھیں۔ اردگرد کی عورتوں کے لب ہل رہے تھے' مگر وہ سن نہ پارہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں' رو رہی ہیں یا ہنس رہی ہیں' وہ تو بس یک ٹک' بنا پلک جھپکے اس زرد چہرے کو دیکھ رہی تھی جو چارپائی پہ آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ نتھنوں میں روئی ڈالی گئی تھی اور چہرے کے گرد سفید پٹی تھی۔ وہ چہرہ واقعی اماں سے بہت ملتا تھا۔ بالکل جیسے اماں کا چہرہ ہو' اور شاید۔۔۔ شاید وہ اماں کا چہرہ ہی تھا۔

اسے بس ایک پل لگا تھا یقین آنے میں' اور پھر اس نے چاہا کہ وہ بھی دھاڑیں مار کر رونے لگے' نوحہ کرے' بین کرے' زور' زور سے چلائے' مگر وہ رحمتہ العالمین کے کہے گئے الفاظ۔۔۔

"مگر ہم زبان سے وہ ہی کہیں گے جس پہ ہمارا رب راضی ہو۔"

اور اس کے لب کھلے رہ گئے' آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی۔ زبان ہلنے سے انکاری ہوگئی۔

اس کا شدت سے دل چاہا کہ اپنا سر پیٹے' سینے پر دو ہتھڑ مار کر بین کرے۔ دوپٹہ پھاڑ ڈالے اور اتنا چیخ چیخ کر روئے کہ آسمان ہل جائے' اور پھر اس نے ہاتھ اٹھائے بھی مگر۔

"نوحہ کرنے والی اگر توبہ کیے بغیر مر گئی تو اس کے لیے تارکول کے کپڑے اور آگ کے شعلے کی قمیص ہوگی۔"

"جو گریبان چاک کرے اور رخساروں پر طمانچے مارے اور بین کرے' ہم میں سے نہیں۔"

یہ ہدایت تو ابد تک کے لیے تھی۔

اس کے ہاتھ اٹھنے سے انکاری ہوگئے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن لب خاموش تھے۔

"اسے رلاؤ' اس سے کہو اونچا رو لے' ورنہ پاگل ہوجائے گی۔"

"اس سے کہو دل ہلکا کرلے۔"

بہت سی عورتیں اس کے قریب زور' زور سے کہہ رہی تھیں۔

"میری بچی!" تائی مہتاب نے روتے ہوئے اسے گلے سے لگالیا۔ وہ اسی طرح ساکت سی بیٹھی ماں کی میت کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو گر کر گردن پہ لڑھک رہے تھے۔ اس کا پورا چہرہ بھیگ گیا تھا' مگر زبان۔۔۔ زبان نہیں ہلتی تھی۔

"مسرت تو ٹھیک ٹھاک تھی' پھر کیسے۔۔۔"

"بس صبح کہنے لگی سینے میں درد ہے۔ ہم فوراً اسپتال لے کر گئے' مگر۔"

ادھوری ادھوری سی آوازیں اس کے اردگرد سے آرہی تھیں' مگر اسے سنائی نہ دے رہی تھیں' اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اسے لگا اسے چکر آرہے ہیں' عجیب سی گھٹن تھی' اس کا سانس بند ہونے لگا تھا۔

وہ ایک دم اٹھی اور عورتوں کو ہٹاتی اندر بھاگ گئی۔

☼ ☼ ☼

کسی نے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی۔ ایک دفعہ' دو دفعہ' پھر تیسری دفعہ' اس نے گھٹنوں پہ رکھا سر ہولے سے اٹھایا۔ دروازہ بج رہا تھا۔ وہ آہستہ سے اٹھی' بیڈ سے اتری' سلیپر پاؤں میں ڈالے اور کنڈی کھولی' باہر فضہ چچی کھڑی تھیں۔

"محمل بیٹا! تمہارے آغا جان تمہیں بلا رہے ہیں۔"

"آتی ہوں۔" اس نے ہولے سے کہا تو فضہ چچی پلٹ گئیں۔ وہ کچھ دیر یوں ہی ادھر کھڑی رہی' پھر باہر آگئی۔

سیڑھیوں کے قریب لگے آئینے کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ پل بھر کو رکی' اس کا عکس بھی رک کر اسے دیکھ رہا تھا۔

ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیص پہ سفید ململ کا دوپٹہ سر پہ لیے وہ کمزور پژمردہ سی محمل ہی تھی؟ ہاں شاید وہ ہی تھی' سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ کمہلایا ہوا لگ رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد گہرے حلقے تھے' وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

آغا جان کے کمرے میں سب چچا اور چچیاں موجود تھیں' وسیم بھی ایک طرف کھڑا تھا۔

"آؤ محمل!" اسے آتے دیکھ کر آغا جان نے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ آج اماں کو گزرے چوتھا دن تھا اور گھر والوں کا رویہ پہلے کی نسبت اب خاصا نرم تھا۔

وہ چپ چاپ صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"اس صبح' جب مسرت کی ڈیتھ ہوئی' اس نے درد شروع ہوتے ہی یہ کچھ چیزیں وصیت کی تھیں تمہارے لیے۔" (اسے لگ رہا تھا وہ اب مزید نہیں جی پائے گی) ۔۔۔ "ہم نے سوچا کہ تمہیں دے دی جائیں۔" انہوں نے ایک طرف رکھا ڈبہ اٹھایا۔ محمل نے سر اٹھا کر ڈبے کو دیکھا۔ یہ ڈبہ اماں کے زیورات کا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ تالا لگا کر الماری کے نچلے خانے میں رکھتی تھیں۔

"یہ ایک ڈبہ تھا' اس کی یہ چابی ہے' تم خود دیکھ لو اور ساتھ یہ کچھ رقم تھی' اس کی جمع پونجی' اس نے مجھ سے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

جان..... سب کدھر چلے گئے؟ وہ ان لوگوں کو کدھر ڈھونڈے؟

مگر وہ ان کو کیوں ڈھونڈنا چاہتی تھی؟ اس نے خود سے پوچھا۔ کیا وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ان کو ان کے کیے کی سزا ملی یا نہیں کہ آخر یہ قانون فطرت ہے۔ یا وہ ان خون کے رشتوں کی محبت میں ان کو یاد کر رہی تھی؟ شاید خون کی محبت غالب آگئی تھی یا شاید اپنے سب سے قریبی رشتوں شوہر اور بیٹے کے ٹھکرائے جانے کے بعد اسے کسی رشتے کی ضرورت تھی، ہاں شاید یہ ہی بات تھی۔

وہ ان ہی سوچوں میں الجھتی گھر واپس آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

سارے میں فجر اتری تھی جب وہ وہیل چیئر کو خود گھسیٹتی، کھینچتی لان میں آئی۔ شبنم کے قطرے گھاس پہ بکھرے تھے۔ دور کہیں پرندوں کی حمد کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مختلف بولیاں، مگر ایک ہی بات انسانوں کی سمجھ میں نہ آئے، وہ اور بات ہے۔

تب ہی وہ آہستہ آہستہ وہیل چیئر چلاتی دیوار کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ دیوار کے اس پار مدرسے کی عمارت تھی۔ صبح کے وقت مدرسے کے صحن میں بچوں کی ناظرہ کلاس ہوتی تھی۔ وہاں بچے بلند آواز میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ ان کی تجوید کی ہلکی ہلکی آواز ان کے لان میں بھی سنائی دیتی تھی۔

وہ آواز آج بھی آرہی تھی۔ وہ وہیں، دیوار کے ساتھ وہیل چیئر روکے کان لگا کر سننے لگی۔

وہ سب مل کر بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

ترجمہ: ''اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے اور کہو حطتہ۔ ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے اور عنقریب ہم احسان کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔''

آج اس نے بہت عرصے بعد وہ آیت سنی تھی۔ بے اختیار وہ گود میں رکھے قرآن کے صفحے پلٹنے لگی۔

وہ بنی اسرائیل کے ہیکل میں داخل ہونے کا قصہ تھا۔ سورۃ البقرہ کی 58 آیت، جب انہوں نے حطتہ کے بجائے حنطتہ کہا تھا۔ محمل کو کبھی یہ قصہ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اب بھی وہ الجھ سی گئی اور وہ صفحہ نکالا۔

اس میں اس نے کوئی خاص نوٹس نہیں لکھے تھے۔ شاید پرانے رجسٹر میں ہوں جو الگ سے تھے۔ اس نے اپنی وہیل چیئر کا رخ موڑا اور اندر لے گئی۔ اسٹڈی میں ایک جگہ اس نے اپنے پرانے نوٹس رکھے تھے۔ وہ ان ہی کو ڈھونڈنے اسٹڈی میں آئی۔ دروازہ ادھ کھلا تھا، وہ اندر آگئی۔

ہمایوں اس کی طرف پشت کیے ریک میں سے کوئی کتاب نکال رہا تھا۔ آہٹ پہ پلٹا۔ ایک نظر اسے دیکھا اور پھر واپس کام میں لگ گیا۔ اجنبیت، سرد مہری، بے حسی، مگر زیادہ دل جلائے بغیر وہ کمرے کے مطلوبہ حصے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے نوٹس وہیں رکھے تھے۔ گرد کی ایک تہ ان پہ جمی تھی، جیسے ان گزرے برسوں میں بس واجبی سی صفائی کی جاتی رہی ہو۔ ظاہر ہے فرشتے کیا کیا دیکھے اسے کسی دن اسٹڈی کی صفائی کروانا چاہیے۔ وہ سوچتی ہوئی مطلوبہ رجسٹر ڈھونڈنے لگی۔

بغیر کسی وقت کے اسے وہ رجسٹر سامنے ہی مل گیا۔ اس پہ ہلکی ہلکی سی گرد کی تہ جمی تھی۔ محمل نے وہ ترچھا کر کے چہرے کے سامنے کیا اور پھونک ماری۔ گرد اڑ کر دور بکھر گئی۔

''میں تمہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔'' ہمایوں بغیر کسی تمہید کے کھڑے کھڑے کتاب کے صفحے الٹ پلٹ کرتے بولا تھا۔

لمحے بھر کو محمل کو لگا وہ دھول مٹی رجسٹر سے اڑ کر ہر طرف چھانے لگی ہے۔ اس نے بمشکل رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ بے نیاز سا کتاب کے ورق پلٹ رہا تھا۔

''میرا مطلب مکمل علیحدگی سے ہے۔ میں اب یہ رشتہ مزید نہیں نبھانا چاہتا۔ سو مجھے اپنے پیروں کی زنجیر کھولنے دو۔ سنی ہم دونوں کا بیٹا ہے اور سات سال کا ہو چکا ہے۔ اس کی کسٹڈی اسے خود ڈیسائیڈ کرنے دینا۔''

دھول شاید اس کی آنکھوں میں بھی پڑ گئی تھی۔ وہ سرخ پڑنے لگی تھیں۔ وہ لب کچلتی اس کی بات سن رہی تھی۔

''اگر سنی تمہارے ساتھ رہنا چاہے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا کہ وہ میرے ساتھ رہے اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا چاہے تو تم اسے مجبور مت کرنا، جو بھی فیصلہ کرو، مجھے بتا دینا، لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں۔'' اس نے کتاب ریک میں واپس رکھی اور بنا اس کو دیکھے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

وہ شدید صدمے کے زیر اثر پتھر بنی وہیں بیٹھی رہ گئی۔

کیا ہمایوں اس طرح اسے اپنی زندگی سے دور کر سکتا ہے؟

''اگر کرتا ہے تو کرنے دو، میں مر نہیں جاؤں گی اس کے بغیر۔'' ایک دم اس نے سر جھٹکا۔

آنکھ آنسو بہاتی ہے۔

اور دل غمگین ہے

مگر۔۔۔

ہم زبان سے وہ ہی کہیں گے جس پہ ہمارا رب راضی ہو۔

بے اختیار ہی وہ مدھم سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ اس کے دل کو جیسے قرار سا آگیا۔

اس نے رجسٹر کھولا۔ نوٹس میں اس واقعے کے متعلق بس اتنا لکھا ہوا تھا کہ ہیکل میں داخلے سے قبل جب بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ سواریوں پہ جھکتے ہوئے عاجزی سے حطتہ یعنی ''بخشش'' کہتے ہوئے داخل ہو، تو وہ تمسخر اڑاتے ہوئے زبانیں مروڑ کر حنطتہ حنطتہ (Hinta,tun) کہتے ہوئے دروازے سے داخل ہوئے۔ آگے لکھا تھا۔

''حنطتہ کا مطلب ہوتا ہے گن۔'' اس سے آگے صفحہ ختم تھا۔

اس نے ذہن سے تمام سوچوں کو جھٹک کر ان الفاظ پہ غور کیا اور پھر نئے سرے سے الجھ گئی۔ وہ واقعہ اسے بہت عجیب سا لگ رہا تھا ——— بنی اسرائیل جتنی جینیئس اور عقل مند قوم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے گن کس چیز کو کہا؟ جب ان کو سیدھے طریقے سے بتایا گیا تھا کہ وہ بخشش مانگیں تو انہوں نے ''گن گن'' کیوں کہا؟ ایک طرف وہ اتنے ذہین تھے کہ حطتہ سے ملتا جلتا لفظ ڈھونڈ لائے، اور دوسری طرف اس لفظ کو کہنے کا مطلب ہی نہیں بنتا تھا۔ آخر کیوں انہوں نے صحیح لفظ نہ بولا؟ حنطتہ کیوں کہا؟

وہ سمجھ نہ پائی اور پھر قرآن بند کر کے رکھ دیا۔ دل اتنا خالی تھا کہ تفسیر کھول کر تفصیل پڑھنے کو بھی نہیں چاہا۔ کانوں میں ابھی تک ہمایوں کے الفاظ گونج رہے تھے۔

ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا اور رخسار پہ پھسلتا گیا۔

''تو جس حال میں بھی رکھے، میرے مالک، میں تجھ سے راضی۔'' اور نہایت بے دردی سے اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو رگڑ ڈالا تھا۔

☼ ☼ ☼

تیمور توس کے چھوٹے چھوٹے لقمے لے رہا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پہ اس کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

وہ اپنی وہیل چیئر گھسیٹتی ڈائننگ ہال میں داخل

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
کوئی ایسا اہل دل ہو
نبیلہ عزیز
قیمت --- -/250 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37- اردو بازار، کراچی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کہا تھا کہ میں تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرادوں مگر میں نے سوچا کہ میں یہ تمہارے حوالے ہی کردوں' تم بہتر فیصلہ کر سکتی ہو۔"

انہوں نے ایک پھولا ہوا لفافہ ڈبے کے اوپر رکھا۔ محمل نے آہستہ سے لفافہ اٹھایا اور کھول کر دیکھا۔ اندر ہزار ہزار کے کئی نوٹ تھے۔ شاید اماں نے اس کے جہیز کے لیے رکھے تھے۔ اس کا دل بھر آیا۔ اس نے لفافہ ایک طرف رکھا اور چابی سے کاسنی ڈبے کا تالا کھولا۔

اندر کچھ زیورات تھے۔ خالص سونے کے جڑاؤ زیورات' اس نے ڈبہ بند کردیا۔ معلوم نہیں اماں نے کب سے سنبھال رکھے تھے۔

"وسیم سمیت تمام لوگ اس وصیت کے وقت موجود تھے' تم سب سے پوچھ سکتی ہو' میں نے تمہارا حق پورا ادا کردیا ہے یا نہیں۔"

اس نے بھیگی آنکھیں اٹھائیں' سامنے صوفوں اور کرسیوں پہ بیٹھے تمام نفوس کے چہرے مطمئن تھے' مطمئن اور بے نیاز۔

"چیزیں تو آپ نے ادا کردی ہیں آغا بھائی اگر مسرت کی وصیت؟" دفعتاً" فضہ چچی نے اضطراب سے پہلو بدلا۔

"اوہو فضہ! ابھی اس کی ماں کو گزرے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔" تائی مہتاب نے نگاہوں سے تنبیہہ کی۔

"مگر بھائی! مسرت نے کہا تھا کہ جلد از جلد۔"

"رہنے دو فضہ! ہم اس کا فیصلہ محمل پہ چھوڑ چکے ہیں۔ اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔"

"مگر ایٹ لیسٹ اسے بتا تو دیں۔"

"ابھی اس کا غم تو ہلکا ہونے دو' پھر۔"

ان کی دبی دبی سرگوشیاں اسے بے چین کر گئیں۔

"تائی اماں! کیا بات ہے؟ اماں نے کچھ اور بھی کہا تھا؟"

سب ایک دم خاموش سے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"محمل! میں تمہیں کچھ دن تک بتادوں گی' ابھی اس قصے کو چھوڑو۔"

"پلیز تائی اماں! مجھے بتائیں۔"

"مگر تمہارا غم ابھی۔"

"میں ٹھیک ہوں' مجھے بتائیں۔" اس نے بے چینی سے بات کاٹی۔

تائی مہتاب نے ایک نظر سب کو دیکھا' پھر قدرے ہچکچا کر گویا ہوئیں۔

"بات یہ ہے کہ مسرت نے مرنے سے پہلے وسیم کو بلوا کر ان سب کے سامنے تمہارے آغا جان سے کہا تھا کہ اگر وہ بچ نہ سکے تو جتنی جلدی ہو ہم محمل کو وسیم کی دلہن بنا کر سہارا دے دیں' اس کو بے آسرا نہ چھوڑیں اور تمہارے آغا جان نے اس سے وعدہ کرلیا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔"

وہ اپنی جگہ سن سی ہوگئی۔ "زمین جیسے قدموں تلے سے سرکنے لگی تھی اور آسمان سر سے ہٹنے لگا تھا۔

"اماں نے یہ سب کہا؟"

"ہاں' یہ سب لوگ جو یہاں ہیں' اس بات کے گواہ ہیں' تم کسی سے بھی پوچھ لو۔"

وہ ایک دم بالکل چپ ہی ہوگئی۔ عجیب سی بات تھی' اسے یقین نہ آرہا تھا۔

"لیکن محمل! ہم نے یہ فیصلہ تم پر چھوڑ دیا ہے' تم چاہو تو یہ شادی کرو' چاہو تو نہ کرو' ہم نے تمہیں اس لیے آگاہ کردیا کہ یہ تمہاری ماں کی آخری خواہش تھی۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اس کی بات رکھتی ہو یا نہیں۔ ہم میں سے کوئی تم پہ زور نہیں ڈالے گا۔"

وہ سر جھکائے کاسنی ڈبے کو دیکھ رہی تھی۔ ذہن میں جیسے جھکڑ چل رہے تھے۔

مگر یہ ڈبہ اور لفافہ ثبوت تھا کہ یہ وصیت واقعی اس کی ماں نے کی تھی۔

"اگر تمہیں منظور ہے تو ہم اگلے جمعے کو نکاح رکھ لیتے ہیں کہ مسرت کی خواہش تھی یہ کام جلد از جلد کیا جائے' اگر نہیں تو کوئی بات نہیں' تم جو چاہو گی وہی ہوگا۔" تائی مہتاب اتنا کہہ کر خاموش ہوگئیں۔

اس نے ہولے سے سر اٹھایا۔ سنہری آنکھیں پھر

سے بھیگ چکی تھیں۔ کمرے میں موجود تمام نفوس دم سادھے اسے دیکھ رہے تھے۔

"میں اپنی ماں کی بات کا مان رکھوں گی۔ آپ جب کہیں گی' میں شادی کے لیے تیار ہوں۔"

پھر وہ رکی نہیں' ڈبہ اور لفافہ اٹھا کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ کچن میں کرسی پہ بیٹھی تھی' ہاتھ میں صبح و شام کی دعاؤں اور اذکار کی کتاب تھی اور وہ منہمک سی پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی۔

"ہم نے صبح کی فطرت اسلام پہ

اور کلمہ اخلاص پہ

اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پہ

اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پہ

جو یکسو مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔"

"محمل....!" کسی نے زور سے کچن کا دروازہ کھولا۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامیہ عجلت میں اندر داخل ہوئی تھی۔

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے' ڈرائنگ روم میں ہے' جاؤ مل لو۔"

"کون ہے؟"

"وہی پولیس والا!" وہ کہہ کر پلٹ گئی۔

"ہمایوں آیا ہے؟" وہ کتنی ہی دیر کتاب ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی' پھر آہستہ سے اسے بند کیا' سلیب پہ رکھا' لباس کی شکنیں درست کیں اور سیاہ دوپٹہ ٹھیک سے سر پہ لے کر باہر آگئی۔

ڈرائنگ روم سے باتوں کی آواز آرہی تھی جیسے دو لوگ گفتگو میں مشغول ہوں۔ یہ ہمایوں سے کون باتیں کررہا ہے؟ وہ الجھتی ہوئی اندر آئی' ڈرائنگ روم اور ڈائننگ ہال کے درمیان سفید جالی دار پردہ تھا۔ وہ پردے کے پیچھے ذرا دیر کو رکی۔

سامنے بڑے صوفے پہ ہمایوں بیٹھا تھا۔ اس کے بالکل مقابل سنگل صوفے پہ آرزو بیٹھی تھی۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے' آدھی پنڈلی تک ٹراؤزر پہنے وہ اپنے مخصوص بے نیاز حلیے میں تھی' کٹے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرتی وہ ہنس ہنس کر ہمایوں سے کچھ کہہ رہی تھی۔

جانے کیوں اسے یہ اچھا نہ لگا۔ اس نے ہاتھ سے پردہ سمیٹا اور اندر قدم رکھا۔

وہ جیسے اسے دیکھ کر کچھ کہتے کہتے رکا اور پھر بے اختیار کھڑا ہوگیا۔ بلیو شرٹ اور گرے پینٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح بہت شان دار لگ رہا تھا۔ آغا جان اسے پسند نہیں کرتے تھے' مگر پھر بھی اسے اندر آنے دیے دیا گیا۔ شاید اس لیے کہ اب وہ ان کی بہو بننے والی تھی اور اس کو وہ ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"السلام علیکم۔" وہ آہستہ سے کہہ کر سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ آرزو کے چہرے پہ ذرا سی ناگواری ابھری' جسے ہمایوں نے نہیں دیکھا تھا' وہ پوری طرح محمل کی طرف متوجہ تھا۔

"مجھے مسز ابراہیم کی ڈیتھ کا پتا بہت دیر سے چلا' میں کراچی گیا ہوا تھا' آج ہی آیا ہوں' فرشتے نے جیسے ہی بتایا' میں آگیا' آئی ایم ویری سوری محمل!" واپس صوفے پہ بیٹھتے ہوئے وہ بہت تاسف سے کہہ رہا تھا۔

محمل نے جواب دینے سے پہلے ایک نظر آرزو کو دیکھا۔

"آرزو باجی! آپ جاسکتی ہیں' اب میں آگئی ہوں۔"

"ہاں شیور۔" آرزو اٹھ کھڑی ہوئی۔ "مگر جاتے ہوئے ان کو شادی کا کارڈ دے دینا۔" استہزائیہ مسکرا کر وہ گویا جتا گئی تھی۔ محمل کے سینے میں ہوک سی اٹھی۔

"کس کی شادی؟" وہ چونکا تھا۔

"محمل کی شادی' وسیم کے ساتھ' آپ کو نہیں پتا اے ایس پی صاحب؟ اسی فرائیڈے ان کا نکاح ہے' آپ ضرور آیئے گا' میں آپ کا کارڈ نکلوا دیتی ہوں' ٹھہریے!" وہ خوش دلی سے کہتی باہر نکل گئی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کتنے ہی لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔
"یہ کیا کہہ رہی تھی؟" وہ بولا تو اس کی آواز میں حیرت تھی، بے پناہ حیرت۔
"ٹھیک کہہ رہی تھی۔" وہ سر جھکائے ناخن کھرچتی رہی۔
"مگر کیوں محمل؟"
"آپ غالباً تعزیت کے لیے آئے تھے۔"
"پہلے میری بات کا جواب دو، تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟"
"میں آپ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔" اس نے تلملا کر سر اٹھایا۔ "یہ میری ماں کی آخری خواہش تھی، مرتے وقت انہوں نے یہ ہی وصیت کی تھی۔"
"تمہیں کیسے پتا؟ تم تو ان کی ڈیتھ کے وقت مدرسے میں تھیں۔"
"ہاں، مگر انہوں نے آغا جان سے کہا تھا، سب لوگ وہاں موجود تھے، سب گواہ ہیں۔"
"تم!" وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا، وہ کیا کر ڈالے۔ "تم انتہائی بے وقوف اور احمق ہو۔"
"میں اپنی ماں کی بات کا مان رکھنا چاہتی ہوں، اس میں کیا حماقت ہے؟" وہ چڑ گئی۔
"نادان لڑکی! تمہیں یہ لوگ بے وقوف بنا رہے ہیں، استحصال کر رہے ہیں۔"
"کرنے دیں، آپ کو کیا ہے؟" وہ پیر پٹخ کر کھڑی ہو گئی۔ "آپ میرے کون ہیں جو مجھ سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔"
"میں جو بھی ہوں مگر تمہارا دشمن نہیں ہوں۔" وہ بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا، اس کی آواز میں بے بسی تھی۔ کبھی یہ ہی بات اس نے بہت اکھڑ لہجے میں بھی کہی تھی۔ جب وہ مدرسے کے باہر اسے لینے آیا تھا، اس رات کی صبح جو اس کی زندگی اجاڑ گئی تھی۔
"اگر آپ کے دل میں میری ماں کا ذرا سا بھی احترام ہے تو مجھے وہ کرنے دیں جو میری ماں چاہتی تھی۔ ماں، باپ کبھی اولاد کا برا نہیں چاہتے۔ اسی میں کوئی بہتری ہو گی، آپ جا سکتے ہیں۔" وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔
اسی پل پردے ہٹا کر آرزو نمودار ہوئی۔
"آپ کا کارڈ، آئیے گا ضرور۔" اس نے مسکرا کر کارڈ ہمایوں کی طرف بڑھایا۔ ہمایوں نے ایک قہر آلود نظر کارڈ پہ ڈالی، اور دوسری محمل پہ، پھر لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔
"تو پرابلم۔" آرزو شانے اچکا کر کارڈ لیے واپس مڑ گئی۔
"اماں!" وہ کراہ کر صوفے پہ گر سی گئی۔ یہ اماں اسے کس منجھدار میں چھوڑ کر چلی گئی تھیں؟ کیوں کیا انہوں نے یہ فیصلہ؟ کیوں اماں؟" وہ دونوں ہاتھوں میں سر گرائے سوچتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

سارے گھر میں دبا دبا سا شادی کا شور اٹھ چکا تھا، گو کہ ابھی صرف نکاح تھا، مگر مہتاب تائی بھرپور تیاریاں کر رہی تھیں۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فواد جلد ہی واپس گھر آ رہا تھا۔ اس خبر سے محمل پہ تو کوئی اثر نہ ہوا، البتہ تائی اماں اپنی اندرونی خوشی چھپائے سب کچھ محمل پہ ڈال گئی تھیں۔
"سوچ رہے ہیں تھوڑا سا گھما پھری والا فنکشن رکھ لیں، تاکہ محمل کا دل بہل جائے، ورنہ سچ پوچھو تو مسرت کے جانے کے بعد سے وہ بہت بجھ سی گئی ہے۔ اب ہمارا دل تو نہیں چاہتا کہ شور ہنگامہ ہو، مگر بس محمل اچھا محسوس کرے، اس لیے۔"
وہ کسی نہ کسی کو ہر وقت فون پہ وضاحتیں دے رہی ہوتی تھیں۔
محمل چپ چاپ کچن میں کام نمٹاتی رہتی، جیسے وہ خاموش ماتم کر رہی تھی، نمازیں، تسبیحات، دعائیں، وہ سب کر رہی تھی، ہاں مدرسے وہ ابھی نہیں جا رہی تھی۔ مسجد جا کر سکون ملتا تھا اور فی الحال وہ سکون نہیں چاہتی تھی۔ وہ صرف اور صرف ماتم چاہتی تھی۔ مسرت کا، یا شاید اپنا، وہ نہیں جانتی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی، تو وہ جو رومال سے میز صاف کر رہی تھی، آہستہ سے رومال چھوڑ کر اٹھی۔
اسٹینڈ پہ رکھا فون مسلسل بجے جا رہا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی قریب آئی اور ریسیور اٹھایا۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام، محمل؟" نسوانی آواز ریسیور میں گونجی، وہ لمحے بھر میں ہی پہچان گئی۔
"فرشتے؟ کیسی ہیں آپ؟"
"میں ٹھیک ہوں۔ ہمایوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم۔" فرشتے قدرے پریشانی سے کہہ ہی رہی تھی کہ اس نے تیزی سے بات کاٹی۔
"ہمایوں ہر بات آپ کو کیوں جا کر بتاتے ہیں؟ ان سے کہیں ایسا مت کیا کریں۔"
"مگر محمل... تم اس طرح کیسے؟"
"آپ لوگ مجھے احمق کیوں سمجھتے ہیں؟ کیوں میرے لیے پریشان ہو رہے ہیں؟ میری ماں میرے لیے کچھ غلط نہیں سوچ سکتی، پلیز مجھے میری زندگی کے فیصلے خود کرنے دیں۔"
"محمل! اب میں تمہیں کیا کہوں! اچھا ٹھیک ہے جو کرنا، سوچ سمجھ کے کرنا، اوکے، چلو اب ہمایوں سے بات کرو۔"
"ارے نہیں۔" وہ روکتی رہ گئی، مگر فرشتے نے فون اسے پکڑا دیا تھا۔
"اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے اور تمہارے وہ فیری ٹیل سسرال والے اجازت دیں تو کیا میں اور فرشتے تمہاری شادی کے فنکشن میں آ سکتے ہیں؟"
"اونہوں ہمایوں!" پیچھے سے فرشتے کی تنبیہی آواز ابھری۔
"کیوں محمل! میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔" وہ طنزیہ بولا تھا۔
"ہاں شیور کیوں نہیں۔ جمعہ کو رات آٹھ بجے فنکشن ہے۔ ضرور آئیے گا، اللہ حافظ۔"
اس نے کھٹ سے فون بند کر دیا۔ غصہ اتنا ابل رہا تھا کہ فرشتے سے بھی بات کرنے کو جی نہیں چاہا تھا۔
فون کی گھنٹی پھر سے بجنے لگی، مگر وہ سر جھٹک کر میز کی طرف بڑھ گئی جہاں جھاڑ پونچھ کا رومال اس کا انتظار کر رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

بیوٹیشن نے کام دار دوپٹہ اس کے سر پہ رکھا، اور پھر اسے ایک ہاتھ سے پکڑے، وہ جھک کر ڈریسنگ ٹیبل سے پنیں اٹھانے لگی۔ محمل بت بنی اسٹول پہ بیٹھی سامنے آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی، بیوٹیشن اس کے پیچھے کھڑی اس کا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔
وہ کام دار شلوار قمیص گہرے سرخ رنگ کی تھی جس پہ سلور سلمٰی ستارے کا کام تھا۔ دوپٹے کے بارڈر پہ بھی چوڑی پٹی کی صورت میں سلور کام کیا گیا تھا۔ ساتھ میں نازک سا وائٹ گولڈ اور روبی کا نیکلس تھا اور ایک خوب صورت قیمتی سا ٹیکہ جس میں بڑا سا سرخ روبی جڑا تھا، اس کے ماتھے پہ سجا تھا۔ جانے تائی نے کب یہ سب بنوایا تھا، وہ بھی چپ چاپ ہر چیز پہنتی گئی۔
گھر میں ہونے والے ہنگاموں سے کہیں نہیں لگتا تھا کہ مسرت کو مرے ابھی بیس دن بھی نہیں ہوئے، مگر وہ شکوہ کس سے کرتی؟ مسرت کی زندگی میں بھی ان کی اتنی اہمیت کہاں تھی کہ مرنے کے بعد کوئی انہیں یاد رکھتا؟ اور سنا تھا، آج تو فواد بھی آ گیا تھا، پھر کاہے کا ماتم؟
وہ اپنے کمرے کے بجائے تائی کے کمرے میں تھی، تاکہ وہ ٹھیک سے تیار ہو جائے۔ اسے تیار کرنے کے لیے تائی نے وہ ماہر بیوٹیشن لڑکی بلوائی تھی جو کافی دیر سے اس پہ لگی ہوئی تھی۔
دفعتاً باہر لاؤنج سے چند آوازیں گونجیں۔ وہ ذرا سی چونکی، کیا فواد آ گیا تھا؟ مگر نہیں، یہ آواز تو...
"سنو، یہ دروازہ تھوڑا سا کھول دو۔" بے چینی سے اس نے بیوٹیشن سے کہا، تو وہ سر ہلاتی آگے بڑھی اور لاؤنج میں کھلنے والا دروازہ آدھا کھول دیا۔
سامنے لاؤنج کا منظر آدھا نظر آ رہا تھا اور اس کا شک

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

درست تھا۔

"تم۔۔۔ تم اِدھر کیوں آئی ہو؟" تائی مہتاب کی تلملاتی بلند آواز اندر تک سنائی دے رہی تھی۔

"فکر مت کریں، میں رنگ میں بھنگ ڈالنے نہیں آئی، محمل کی شادی ہے، میرا آنا فرض بنتا تھا۔" وہ اطمینان سے کہتی سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔ ادھ کھلے دروازے سے وہ محمل کو صاف نظر آرہی تھی۔

سیاہ عبایا کے اوپر سیاہ حجاب کے تنگ ہالے کو چہرے کے گرد لپیٹے وہ اب بے نیازی سے ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھی اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

محمل نے لمحے بھر کو محسوس کرنا چاہا کہ اسے فرشتے کے آنے سے خوشی ہوئی ہے، مگر اسے اپنے محسوسات بہت جامد لگے تھے، برف کی طرح ٹھنڈے۔

اندر باہر خاموشی ہی خاموشی تھی۔ فرشتے آئے، یا فواد اب اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"مگر ہم تمہارا اس گھر سے کوئی رشتہ تسلیم نہیں کرتے۔"

"نہ کریں، مجھے پروا نہیں ہے۔" وہ اب ہاتھ میں پکڑے موبائل کے بٹن دباتی اس کی طرف یوں متوجہ تھی جیسے سامنے غصے سے بل کھاتی تائی مہتاب کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ فرشتے کے پاس موبائل نہیں تھا، وہ شاید ہمایوں کا موبائل لے کر آئی تھی۔

"دیکھو لڑکی! تمہارا محمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، بہتر ہے کہ تم چلی جاؤ اس سے پہلے کہ میں گارڈ کو بلواؤں۔"

"پھر آپ گارڈ کو بلوالیں، کیونکہ میں تو ایسے جانے والی نہیں ہوں، سوری۔"

"تم کیسے نہیں جاؤ گی، تمہارا تعلق۔۔۔"

"مسز کریم! میں موبائل پہ بزی ہوں، آپ دیکھ رہی ہیں، مجھے ڈسٹرب مت کریں، اور پلیز محمل کو بلا دیں۔"

وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھی موبائل پہ چہرہ جھکائے ہوئے مصروف تھی، محمل کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ چھو گئی۔ فرشتے بدتمیز یا بدلحاظ نہ تھی، بلکہ وہ اپنے ازلی ٹھنڈے اور باوقار انداز میں تائی کو بہت آرام سے جواب دے رہی تھی۔ البتہ محمل بدتمیزی کر جاتی تھی، اسے لگتا تھا وہ کبھی بھی فرشتے کی طرح پراعتماد اور باوقار نہیں بن سکے گی۔

"محمل تم سے نہیں ملے گی، تم جاسکتی ہو۔"

آغا جان کی آواز پہ موبائل پر مصروف فرشتے نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ سامنے سے چلے آرہے تھے۔ کلف لگے شلوار قمیص میں ملبوس کمر پہ ہاتھ باندھے وہ غیض و غضب کی تصویر بنے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم کریم چچا!" وہ موبائل رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ چہرے پہ ازلی اعتماد اور سکون تھا۔

"فرشتے! تم یہاں سے جاسکتی ہو۔"

"آپ مجھے نکال سکتے ہیں؟" وہ ذرا سا مسکرائی۔

"آپ کو لگتا ہے کریم چچا کہ آپ مجھے نکال سکتے ہیں؟"

"میں نے کہا، یہاں سے جاؤ۔" وہ ایک دم غصے سے دھاڑے تھے۔

"میں بھی اتنا ہی اونچا چیخ سکتی ہوں، مگر میں ایسا نہیں کروں گی، میں یہاں یہ کرنے نہیں آئی، میں صرف محمل سے ملنے آئی ہوں۔" وہ سینے پہ ہاتھ باندھے پراعتماد سی ان کے سامنے کھڑی تھی۔

لاؤنج میں سب اکٹھے ہونے لگے تھے۔ لڑکیاں ایک طرف کھڑی لاعلم سی اشاروں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہی تھیں، اسد چچا، غفران چچا، فضہ چچی اور ناعمہ چچی بھی وہیں آگئی تھیں، حسن بھی شور سن کر سیڑھیوں سے اتر آیا تھا۔ لاؤنج کے بیچوں بیچ آغا جان کے سامنے کھڑی وہ دراز قد سیاہ عبایا والی لڑکی کون تھی؟ بہت سی آنکھوں میں سوال تھا۔

"تمہارا محمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ تم سے نہیں ملے گی، سنا تم نے؟"

"آپ یہ ہی بات محمل کو بلوا کر پوچھ لیں نا کریم چچا! کہ وہ مجھ سے ملے گی یا نہیں۔"

"ہم تمہیں نہیں جانتے کہ تم کون ہو، کہاں سے اٹھ کر آگئی ہو۔ تم فوراً نکل جاؤ، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"آغا جان! یہ کون ہیں؟" حسن الجھا ہوا آگے بڑھا۔

"تم بیچ میں مت بولو۔" انہوں نے پلٹ کر اتنی بری طرح سے جھڑکا کہ حسن خائف سا ہو گیا۔

"ہٹو۔" بیوٹیشن کا ہاتھ ہٹا کر وہ اٹھی اور کامدار دوپٹہ سنبھالتی ننگے پاؤں باہر کو لپکی۔

"آپ مجھ سے ملنے آئی ہیں؟" لاؤنج کے سرے پہ وہ رک کر بولی تو سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ فرشتے ذرا سا مسکرائی۔

"کریم چچا کہہ رہے تھے کہ تم مجھ سے نہیں ملو گی؟"

"محمل! تم اندر جاؤ۔" تائی مہتاب پریشانی سے آگے بڑھیں۔

"آغا جان! تائی اماں! فرشتے کو میں نے خود شادی میں انوائیٹ کیا ہے، آپ گھر آئے مہمان کو کیسے نکال سکتے ہیں؟"

"تم نے؟" تائی مہتاب بھونچکی رہ گئیں۔ "تم جانتی ہو اسے؟"

"ہاں۔ میں انہیں جانتی ہوں۔"

"اور یہ کیسے نہیں جانتی ہوں گی، ان کے اس عاشق کی عزیزہ ہیں نا یہ۔"

کوئی تمسخرانہ انداز میں کہتا سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ محمل نے چونک کر گردن اٹھائی۔ وہ فواد تھا۔ ہشاش بشاش، چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ لیے، وہ ان کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

"یہ کون ہیں؟" فرشتے نے قدرے ناگواری سے اسے دیکھ کر محمل کو مخاطب کیا۔

"یہ اس ملک میں قانون کی بے بسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جن کو قانون زیادہ دیر تک حراست میں نہیں رکھ سکتا۔"

ایک جتاتی نظر فواد پہ ڈال کر اس نے چہرہ موڑ لیا تھا۔ "آپ اندر آجائیں فرشتے! بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" تائی تیزی سے آگے بڑھیں۔

"محمل! یہ لڑکی فراڈ ہے، یہ صرف ابراہیم کی جائیداد کے پیچھے ہے۔"

"وہ تو آپ بھی ہیں مہتاب آنٹی! اور شاید اسی لیے آپ محمل کو بہو بنا رہی ہیں؟"

اس نے فرشتے کو کسی سے اتنی دو ٹوک بات کرتے آج پہلی بار دیکھا تھا، مگر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے، تم بیچ میں مت بولو۔"

"میں بیچ میں بولوں گی، محمل کے لیے میں ضرور بولوں گی۔" وہ پلٹی اور محمل کو دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"محمل! مجھے بتاؤ، ان لوگوں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے؟ یہ تمہیں کیوں مجبور کر رہے ہیں اس شادی پہ۔"

"مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا، یہ میرا اپنا فیصلہ ہے، میں اس پہ خوش ہوں۔"

فرشتے ایک دم چپ سی رہ گئی۔ اس کے شانوں پہ اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔

"سن لیا تم نے؟ اب جاؤ۔" آغا جان نے استہزائیہ سر جھٹکا اور دروازے کی طرف اشارہ کیا، مگر وہ ان کی طرف متوجہ نہ تھی۔

"محمل، تم نے اتنا بڑا فیصلہ اکیلے کر لیا؟" وہ دکھ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "جب کسی کو اپنا مخلص دوست کہا جاتا ہے اور اپنے دوست کی محبت اور خلوص کے دعوے کیے جاتے ہیں تو اتنے بڑے فیصلوں سے قبل اسے مطلع بھی کیا جاتا ہے۔"

"میں آپ کو بتانے ہی۔۔۔"

"میں اپنی بات نہیں کر رہی۔"

"پھر؟ کون؟" وہ چونکی۔ "کیا ہمایوں؟" اس کا نام اس نے بہت آہستہ سے لیا تھا۔

"میں۔۔۔" وہ مزید اس کے قریب آئی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے دھیرے سے بولی۔ "میں اس مصحف کی بات کر رہی ہوں جس کے اتارنے والے سے تم نے سمعنا واطعنا (ہم نے سنا اور ہم نے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اطاعت کی) کا وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے اسے بتایا؟"

"فرشتے!" وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔ "اللہ کو سب پتا ہے میں کیا بتاؤں؟"

"کیا تمہیں دن میں پانچ بار اسے اپنی اطاعت کا بتانا نہیں پڑتا؟ پھر اپنے فیصلوں میں تم اسے کیسے بھول سکتی ہو؟"

محمل ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فرشتے کیا کہہ رہی ہے کیا سمجھنا چاہ رہی ہے۔

"مگر میں نے نماز، تسبیح، کچھ نہیں چھوڑا، میں ساری نمازیں پڑھتی ہوں۔" وہ دونوں بہت مدھم سرگوشیوں میں بات کر رہی تھیں۔

"لیکن کیا تم نے اس کی سنی؟ اس نے کچھ تو کہا ہوگا تمہارے فیصلے پر۔" فرشتے نے ابھی تک اسے کندھوں سے تھام رکھا تھا اور وہ یک ٹک اسے تکے جا رہی تھی۔

"محمل! تم اس کی بات سنتیں تو سہی، اس سے پوچھتیں تو سہی! تم قرآن کھولو اور سورہ مائدہ کا ترجمہ دیکھو۔" اس کی آواز میں تاسف گھل گیا۔ محمل نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے ہٹائے، اسے لگا اس سے غلطی ہوگئی ہے۔

"میں ابھی آتی ہوں، آپ جائیے گا نہیں۔"

وہ کام دار دوپٹے کا پلو انگلیوں سے تھامے ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی کمرے کی طرف گئی۔

"محترمہ! آپ جا سکتی ہیں۔" فواد نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ میرے باپ کا گھر ہے، اس میں ٹھہرنے کے لیے مجھے آپ کی اجازت نہیں چاہیے۔" وہ رکھائی سے کہتی صوفے پہ بیٹھی اور پھر سے موبائل اٹھا لیا۔

فواد اور آغا جان نے ایک دوسرے کو دیکھا، نگاہوں میں۔۔۔ اشاروں کا تبادلہ کیا اور پھر آغا جان بھی گہری سانس لیتے ہوئے صوفے پہ بیٹھ گئے۔ تقریب کے شروع ہونے میں دو ڈھائی گھنٹے رہتے تھے۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔

محمل دوڑتے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی تھی۔ دروازے کی چٹخنی چڑھا کر وہ شیلف کی طرف لپکی۔

سب سے اوپر والے خانے میں اس کا سفید جلد والا مصحف رکھا تھا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے اوپر رکھا مصحف اٹھایا اور آہستہ سے اسے دونوں ہاتھوں میں تھامے اپنے چہرے کے سامنے لائی، اسے سب یاد رہا تھا، صرف یہ بھول گیا تھا کیوں؟

وہ اسے مضبوطی سے پکڑے بیڈ پہ آبیٹھی اور کور کھولا۔

وہ سورہ مائدہ کی 106 آیت تھی۔

"اے ایمان والو، جب تم میں کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو۔۔۔"

چند الفاظ پڑھ کر ہی اس کا دل بری طرح سے دھڑکا۔ اس نے زور سے پلکیں جھپکیں، کیا وہ سب کچھ واقعی ادھر لکھا تھا؟ وصیت۔۔۔ موت کا وقت، وصیت

"مسرت نے مرتے وقت وصیت کی تھی۔۔۔"

"تمہارا رشتہ وسیم سے۔۔۔" بہت سی آوازیں ذہن میں گڈمڈ ہونے لگیں۔ وہ سر جھٹک کر پھر سے پڑھنے لگی۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں دو صاحب عدل آدمی گواہ بنائے جائیں یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیر لوگوں ہی میں سے دو گواہ لے لیے جائیں پھر اگر (ان کی بتائی ہوئی وصیت میں) کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے اور وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں، اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گاروں میں شمار ہوں گے۔"

وہ ساکت سی ان الفاظ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ قرآن کو تھامے دونوں ہاتھ بے جان سے ہو گئے تھے۔ کیا وہ سب واقعی یہاں لکھا تھا؟ مگر۔۔۔ مگر کیسے؟ وصیت۔۔۔ دو افراد کی قسم کھا کر گواہی۔۔۔ رشتہ دار یہ سب تو۔۔۔ یہ سب تو اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔

وہ پلک تک نہ جھپک پا رہی تھی۔ اس کا دل جیسے رعب سے بھر گیا تھا۔ رعب سے اور خوف سے۔ یکایک اسے لگا اس کے ہاتھ کپکپا رہے ہیں، اسے ٹھنڈے پسینے آرہے ہیں، وہ بہت بھاری کتاب تھی، بہت بھاری، بہت وزنی، وہ جس کا بوجھ پہاڑ بھی نہ اٹھا سکتے ہوں، وہ کیسے اٹھا سکتی تھی؟ اسے لگا اس کی ہمت جواب دے جائے گی۔ وہ اب مزید یہ بوجھ نہیں اٹھا پائے گی۔ وہ عام کتاب نہیں تھی، اللہ کی کتاب تھی۔ اسے اللہ نے اس کے لیے، خاص اس کے لیے اتارا تھا۔ ہر لفظ ایک پیغام تھا۔ ہر سطر ایک اشارہ تھی۔ اس نے اتنی زندگی ضائع کر دی۔ اس نے یہ پیغام کبھی دیکھا ہی نہیں۔

"محمل! تم نے اتنی عمر بے کار گزار دی۔ یہ کتاب غلاف میں لپیٹ کر بہت اوپر سجانے کے لیے تو نہ تھی۔ یہ تو پڑھنے کے لیے تھی۔"

ہر دفعہ کی طرح آج پھر اس کتاب نے اسے بہت حیران کیا تھا۔ سوچنا سمجھنا تو دور کی بات، وہ تو متحیر سی ان الفاظ کو تکے جا رہی تھی، یہ سب کیا تھا؟ کیسے اس کتاب کو سب پتا ہوتا تھا؟

"کیونکہ یہ اللہ کی کتاب ہے، نادان لڑکی! یہ اللہ کی بات ہے، اس کا پیغام ہے، خاص تمہارے لیے، تم لوگ نہ سننا چاہو تو یہ الگ بات ہے۔" کسی نے اس کے دل سے کہا تھا۔

"وہ کون تھا؟ وہ نہ جانتی تھی۔"

دروازے کھلنے کی آواز پہ سب نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ وہ آہستہ سے چلی آرہی تھی۔ کام دار دوپٹے کا کنارہ ٹھوڑی کے قریب سے اس نے دو انگلیوں میں لے رکھا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت قدرے سفید پڑی ہوئی تھی یا شاید یہ کچھ اور تھا جو انہیں چونکا گیا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ان کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"آغا جان!" اس نے ان کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہ اس کے اجنبی لہجے پہ چونک سے گئے۔

"ہاں، بولو۔"

"میری ماں کی وصیت کے وقت موجود لوگوں میں سے کون سے دو لوگ عصر کی نماز کے بعد اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر گواہی دیں گے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی یا نہیں؟"

پل بھر کو لاؤنج میں سکوت سا چھا گیا، فرشتے نے مسکراہٹ دبا کر سر نیچے کر لیا۔

آغا جان حیران سے کھڑے ہوئے۔

"کیا مطلب؟"

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول
دل کے موسم
قیمت 250 روپے
مریم عزیز
ننگے پاؤں
قیمت 250 روپے
نگہت سیما
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37، اردو بازار، کراچی

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

"آپ کو پتا ہے سورۂ مائدہ میں لکھا ہے نماز کے بعد آپ میں سے دو لوگوں کو اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر گواہی دینی پڑے گی۔"

"کیا بکواس ہے؟" وہ حسب توقع بھڑک اٹھے۔ "تمہیں ہماری بات کا اعتبار نہیں ہے؟"

"نہیں ہے!"

"تم!" وہ غصہ ضبط کرتے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔ تب ہی نگاہ فرشتے پہ پڑی تو اس نے فوراً "شانے اچکا دیے۔

"میں نے تو کچھ نہیں کیا کریم چچا!"

"تم سے تو میں بعد میں۔۔۔"

"آپ لوگ گواہی دیں گے یا نہیں؟" وہ ان کی بات کاٹ کر زور سے بولی تھی، پھر چہرے کا رخ صوفوں پہ بیٹھے نفوس کی طرف موڑا۔ "کون کون تھا اس وقت آپ میں سے ادھر؟ کون دے گا گواہی؟ کون اٹھائے گا قسم؟ بولیے، جواب دیجیے۔"

سب خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اسے اس کے سارے جواب مل گئے تھے۔ کاش وہ پہلے اس آیت کو پڑھ لیتی تو اتنا غلط فیصلہ نہ کرتی۔ صحیح کہتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری بہت سی مصیبتیں ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہیں۔

"تو آپ لوگوں نے مجھ سے جھوٹ بولا؟ بہت بہتر۔ مجھے اب کوئی شادی نہیں کرنی۔" اس نے ماتھے پہ جھولتا ٹیکا نوچ کر سامنے پھینکا۔ نازک سا ٹیکا ایک آواز کے ساتھ میز کے شیشے پہ گرا۔

"اب میرا فیصلہ بھی سن لو۔" آغا جان نے ایک گہری سانس لی۔ "مگر پہلے تم لڑکی!" انہوں نے حقارت سے فرشتے کو اشارہ کیا۔ "تم مجھے یہاں سے چلتی نظر آؤ۔"

"میرے باپ کا گھر ہے، میں تو کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے فواد۔" انہوں نے فواد کو اشارہ کیا۔ وہ سر ہلا کر آگے بڑھا اور صوفے پہ بیٹھی فرشتے کو ایک دم بازو سے کھینچا۔

"چھوڑو مجھے۔" وہ اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہ تھی، بے اختیار چلا کر خود کو چھڑانے لگی، مگر وہ اسے بازو سے کھینچ کر گھسیٹتا ہوا باہر لے جانے لگا۔ اسی پل آغا جان محمل کی طرف بڑھے۔

"تو تم یہ شادی نہیں کرو گی؟"

"ہاں ہرگز نہیں کروں گی۔ میری بہن کو چھوڑو۔" وہ غصے سے فواد پہ جھپٹنا ہی چاہتی تھی جو فرشتے کو زبردستی باہر لے کر جا رہا تھا، مگر اس سے پہلے ہی آغا جان نے اس کو بالوں سے پکڑ کر واپس کھینچا۔

"تو تم شادی نہیں کرو گی؟" انہوں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا۔ وہ چکرا کر گری۔

"تمہیں لگتا ہے ہم پاگلوں کی طرح تمہاری منتیں کریں گے؟ تمہارے آگے ہاتھ جوڑیں گے؟ نہیں بی بی شادی تو تمہیں کرنی پڑے گی، ابھی اور اسی وقت۔ اسد! نکاح خواں کو ابھی بلواؤ۔ میں بھی دیکھتا ہوں یہ کیسے شادی نہیں کرتی۔"

"میں نہیں کروں گی، سنا آپ نے۔" وہ روتے ہوئے بولی، وہ مسلسل اسے تھپڑوں اور مکوں سے مار رہے تھے۔

"میری بہن کو چھوڑو۔" خود کو چھڑاتی فرشتے محمل کو پٹتے دیکھ کر لمحے بھر کو تو سکتے میں رہ گئی تھی، اور پھر دوسرے ہی پل اس نے زور سے فواد کو دھکا دینا چاہا، مگر وہ مرد تھا، وہ اس کو دھکیل نہ سکتی تھی، وہ اس کا بازو پکڑتے ہوئے اسے دروازے سے باہر نکال رہا تھا۔

"فواد! اسے چھوڑو۔" یکدم حسن نے پوری قوت سے فواد کو پیچھے دھکیلا تھا۔ فواد اس حملے کے لیے تیار نہ تھا، ایک دم بوکھلا کر وہ پیچھے کو ہٹا۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑی، اور فرشتے بازو چھڑاتی محمل کی طرف بھاگی، جسے آغا جان ابھی تک مار رہے تھے۔ فواد نے غصے سے حسن کو دیکھا، مگر اس سے پہلے کہ اسے کچھ سخت کہتا، فضہ نے حسن کو بازو سے کھینچ کر ایک طرف کر دیا۔

"میری بہن کو چھوڑیں، ہٹیں۔" وہ چیختی ہوئی آغا جان کا ہاتھ روکنے لگی، مگر انہوں نے ساتھ ہی ایک زوردار طمانچہ اس کے چہرے پہ مارا۔ فرشتے تیورا کر ایک طرف کو گری۔ منہ میز کے کونے سے لگا۔ ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا۔ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تھا، اگلے ہی منٹ وہ خود کو سنبھال کر تیزی سے اٹھی۔

محمل اپنے بازو چہرے پہ رکھے، روتی ہوئی اپنا کمزور سا دفاع کر رہی تھی۔ اب کی بار فرشتے نے آغا جان کا ہاتھ نہیں روکا، بلکہ محمل کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا۔ محمل گٹھڑی بنی چند قدم پیچھے گھسٹتی گئی۔ اس کا دوپٹہ سر سے اتر کر پیچھے ڈھلک گیا تھا، بالوں کی لٹیں جوڑے سے نکل کر چہرے پہ بکھر گئیں۔

اس سے پہلے کہ آغا جان اپنے اور محمل کے درمیان چند قدم کا فاصلہ عبور کر پاتے، فرشتے ان کے بیچ آکھڑی ہوئی۔

"ہاتھ مت لگائیے میری بہن کو۔" اپنے پیچھے گٹھڑی بنی محمل کے سامنے اپنے دونوں بازو پھیلائے وہ چیخ پڑی تھی۔ "آپ لوگ اس حد تک گر جائیں گے، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیا بگاڑا ہے اس نے آپ کا؟"

"سامنے سے ہٹ جاؤ ورنہ تم آج میرے ہاتھوں ختم ہو جاؤ گی!" وہ غصے سے ایک قدم آگے بڑھے ہی تھے کہ فواد نے ان کا بازو تھام لیا۔

"آرام سے آغا جان! آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔" ان کو سہارا دے کر وہ نرمی سے بولا تھا۔ محمل ابھی تک گھٹنوں پہ سر رکھے رو رہی تھی، جبکہ فرشتے اس کے آگے اپنے بازو پھیلائے راستہ روکے کھڑی تھی۔ فواد چاہتا تو اس کو پھر پکڑ لیتا، مگر جانے کیوں وہ آغا جان کو سہارا دیے وہیں کھڑا رہا۔ اس کی طرف نہیں بڑھا۔

"میں اب محمل کو ادھر نہیں رہنے دوں گی۔ اٹھو محمل! اپنا سامان پیک کرو، اب تم میرے ساتھ رہو گی۔ چلو۔" اس نے محمل کو اٹھانا چاہا، مگر وہ ایسے ہی گری روتی جا رہی تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے، آپ اسے اپنے ساتھ لے گئیں تو ہم خاندان والوں کو کہیں گے کہ محمل کی نام نہاد بہن اسے لے گئی اور بس؟" محمل کو بازو سے پکڑ کر اٹھاتے اس کے ہاتھ ایک لمحے کو تھم گئے۔ اس نے قدرے الجھ کر سر اٹھایا اور فواد کو دیکھا۔ چہرے پہ چھایا غصہ آہستہ سے الجھن میں ڈھلا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ محمل تو وہ لڑکی ہے نا جو ایک رات پہلے بھی گھر سے باہر رہ چکی ہے؟ تو اس کے لیے اگر خاندان والوں کو یہ بتایا جائے کہ یہ نکاح سے پہلے کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے تو وہ فوراً "یقین کر لیں گے نا؟"

اس کے چہرے پہ شاطرانہ مسکراہٹ تھی۔

"نہیں۔" محمل نے تڑپ کر آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"تمہارے نہیں کہنے سے یہ بدنامی ٹل تو نہیں جائے گی ڈیئر کزن! تم اپنی بہن کے ساتھ گئیں تو ہم تمہیں پورے خاندان میں بدنام کر دیں گے۔ اور پھر یہ تمہیں کتنا عرصہ سنبھالے گی؟ اس کے بعد تم کہاں جاؤ گی؟"

محمل پھٹی پھٹی نگاہوں سے فواد کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ خود فرشتے بھی سن رہ گئی۔

"اگر تم نے اس گھر سے قدم بھی نکالا تو تم بدنام ہو جاؤ گی۔ پورا خاندان تھوکے گا تم پر کہ ماں کے مرتے ہی کھلی چھوٹ۔۔۔"

"نہیں، نہیں۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی۔" وہ خوف زدہ سی گھٹی گھٹی آواز میں بمشکل بول پائی۔

"یعنی تم وسیم سے شادی کرنے پہ تیار ہو۔ ویری گڈ کزن!"

وہ اسی عیاری سے مسکرایا۔ "اسد چچا یقیناً" نکاح خواں کو لاتے ہی ہوں گے۔ وسیم کدھر ہے؟ کوئی اسے بھی بلائے۔"

باقی آئندہ شمارے میں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com